ماہنامہ

براہِ راست

لاہور

جلد 10 شمارہ 11 نومبر 2024ء

نکبہ کے آخری گواہ UNRWA

کے خلاف اسرائیل کی جنگ عروج پر!!

رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مؤمن

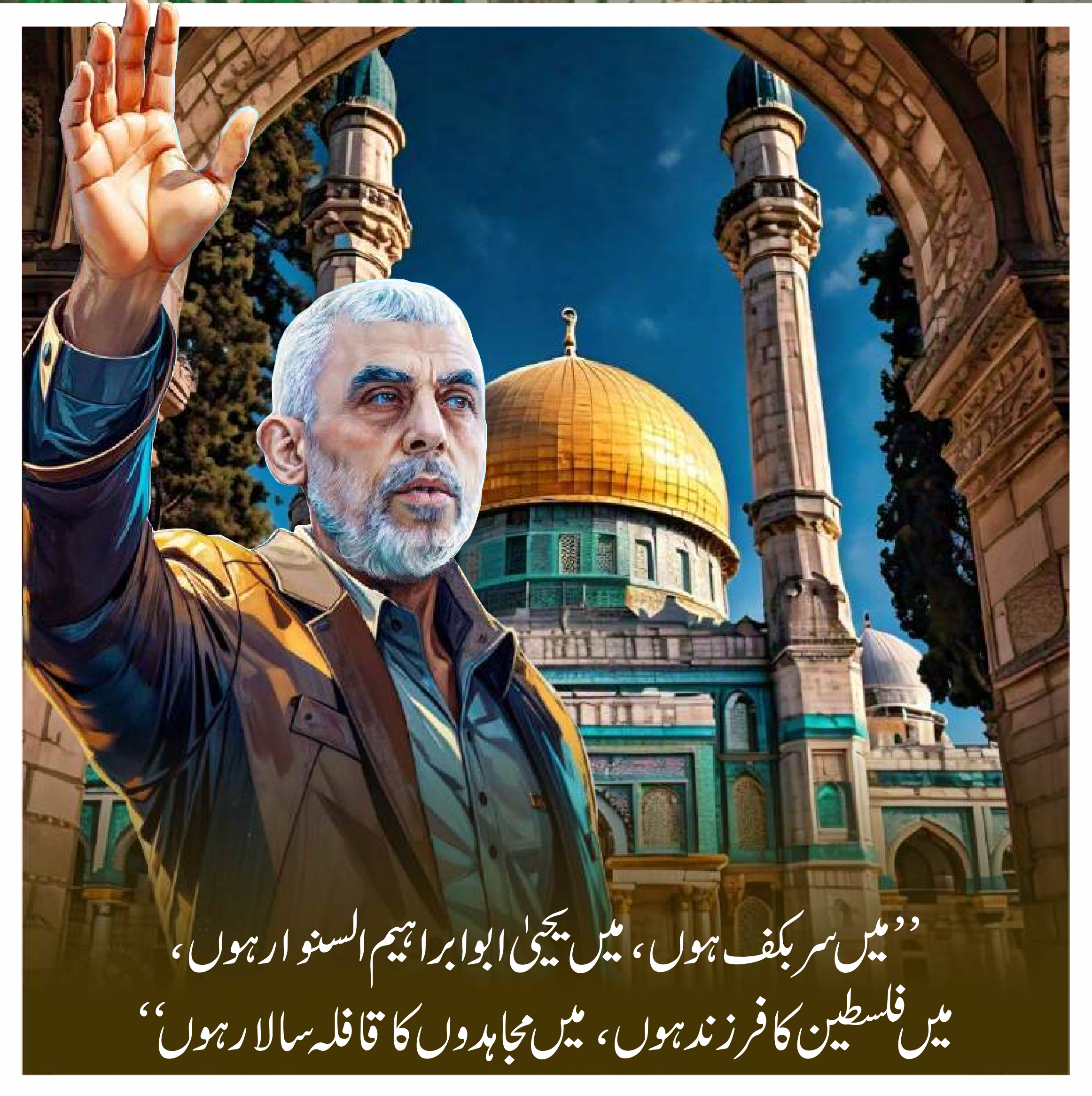

”میں سربکف ہوں، میں یحییٰ ابو ابراہیم السنوار ہوں،
میں فلسطین کا فرزند ہوں، میں مجاہدوں کا قافلہ سالار ہوں“

اسرائیل کا، صہیونیت کا،
عدمِ انسانیت کا بائیکاٹ

صہیونی نازی گردی کو
شہریوں کے قتل کا حق؟

بھانت بھانت کے یہودیوں کا
دہشت گرد اسرائیل قبول نہیں

آزاد فلسطین
Free Palestine
U.S.A

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے
وہ (ذات) پاک ہے جو ایک رات اپنے بندے کو مسجد الحرام یعنی (خانہ کعبہ) سے مسجد
اقصیٰ (یعنی بیت المقدس) تک جس کے گرداگرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں لے گیا تاکہ ہم
اسے اپنی (قدرت کی) نشانیاں دکھائیں۔ بیشک وہ سننے والا (اور) دیکھنے والا ہے۔

ماہنامہ
براہِ راست
لاہور

جلد 10 شمارہ 11 نومبر 2024ء

مُدیر: مرزا محمد الیاس

اس شمارے میں

04 کلام اقبال

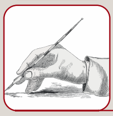
05 اداریہ

07 زبانی مذمت سے آگے بڑھیں عمل کی دنیا آباد کریں

08 رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

09 الوداع اے یحییٰ! الوداع اے ابو ابراہیم

11 غزہ سے التفات: اسرائیل کا مکمل بائیکاٹ

13 اسرائیل کا، صہیونیت کا، عدمِ انسانیت کا بائیکاٹ

17 امداد بند کرنے کا فیصلہ امریکہ نے کیا۔ ہم نے نہیں کیا

19 غزہ میں سرما کی آمد

21 یہ محض اعداد و شمار ہیں اور بس۔۔۔ انٹونی بلنکن

25 صہیونی نازی گردی کو شہریوں کے قتل کا حق؟

27 صہیونی خواب فلسطینی استقامت کے سامنے ڈھے گئے

29 بھانت بھانت کے یہودیوں کا دہشت گرد اسرائیل قبول نہیں

31 مختصر سے غزہ سے کون کیا کچھ سمیٹنا چاہتا ہے؟

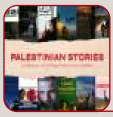

34 نیٹ فلکس بھی نسلی تعصب زدہ

ویب سائٹ: www.barah-i-rast.com
برقی پتہ ادارتی امور: editor@barah-irast.com
برقی پتہ انتظامی امور: contact@barah-i-rast.com

Price Rs.70

پبلشر مرزا محمد الیاس نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر 9/1A رائل پارک لاہور سے شائع کیا

کلامِ اقبال

کرن چاند میں ہے شرر سنگ میں
یہ بے رنگ ہے ڈوب کر رنگ میں
اسے واسطہ کیا کم و بیش سے
نشیب و فراز و پس و پیش سے
ازل سے ہے یہ کشمکش میں اسیر
ہوئی خاک آدم میں صورت پذیر
خودی کا نشیمن ترے دل میں ہے
فلک جس طرح آنکھ کے تل میں ہے
خودی کے نگہباں کو ہے زہر ناب
وہ ناں جس سے جاتی رہے اس کی آب
وہی ناں ہے اس کے لیے ارجمند
رہے جس سے دنیا میں گردن بلند
خودی فال محمود سے درگزر
خودی پر نگہ رکھ ایازی نہ کر
وہی سجدہ ہے لائق اہتمام
کہ ہو جس سے ہر سجدہ تجھ پر حرام
یہ عالم یہ ہنگامۂ رنگ و صوت
یہ عالم کہ ہے زیر فرمان موت
یہ عالم یہ بتخانۂ چشم و گوش
جہاں زندگی ہے فقط خورد و نوش
خودی کی یہ ہے منزل اولیں

مسافر یہ تیرا نشیمن نہیں
تری آگ اس خاک داں سے نہیں
جہاں تجھ سے ہے تو جہاں سے نہیں
بڑھے جا یہ کوہ گراں توڑ کر
طلسم زمان و مکاں توڑ کر
خودی شیر مولا جہاں اس کا صید
زمیں اس کی صید آسماں اس کا صید
جہاں اور بھی ہیں ابھی بے نمود
کہ خالی نہیں ہے ضمیر وجود
ہر اک منتظر تیری یلغار کا
تری شوخیٔ فکر و کردار کا
یہ ہے مقصد گردش روزگار
کہ تیری خودی تجھ پہ ہو آشکار
تو ہے فاتح عالم خوب و زشت
تجھے کیا بتاؤں تری سر نوشت
حقیقت پہ ہے جامۂ حرف تنگ
حقیقت ہے آئینہ گفتار زنگ
فروزاں ہے سینے میں شمع نفس
مگر تاب گفتار رکھتی ہے بس
اگر یک سر موئے برتر پرم
فروغ تجلی بسوزد پرم

اداریہ

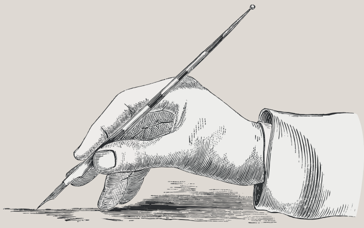

نکبہ کے آخری گواہ ''انروا'' کے خلاف اسرائیل کی جنگ عروج پر!!

اسرائیل کی پارلیمان کینسیٹ (Knesset) نے دو متنازعہ بلوں کی منظوری دے کر انہیں قانون بنا دیا ہے۔ ان کے ذریعے فلسطینی پناہ گزینوں کی ہنگامی امداد کی اقوام متحدہ کی ریلیف اینڈ ورکس ایجنسی UNRWA کو کام کرنے سے روک دیا ہے۔ یہ ایک عالمی ادارے کو صحت عامہ کی بنیادی سہولتوں کی غزہ کے تباہ حال پناہ گزینوں کو امداد کی فراہمی سے روکنے کا جبری اقدام ہے۔ اسرائیل غزہ پر میزائل اور بم برسا رہا ہے۔ اس کی جارحیت کے نشانے کی زد میں وہ سکول بھی آ رہے ہیں اور امدادی کارکن بھی محفوظ نہیں ہیں۔ جہاں فلسطینی پناہ گزین اپنے گھروں اور رہائشی علاقوں سے نکالے جانے کے بعد عارضی طور پر مقیم ہیں۔ اسرائیل ان پر میزائلوں اور سمارٹ بموں سے مسلسل حملے کر رہا ہے۔ ان حملوں میں وہ سکول اور صحت کے مراکز بھی تباہ ہو رہے ہیں، جن کو مسلسل نشانہ بنایا گیا ہے۔ سینکڑوں بچے، خواتین، مرد اور بوڑھے فلسطینی بھی شہید کیے جا رہے ہیں۔ ان دنوں ان حملوں کا بڑا مرکز شمالی غزہ کو بنایا جا رہا ہے۔ اس قانون سازی سے نہ صرف صورت حال مزید دشوار اور متنازعہ ہو جائے گی بلکہ اسرائیل ان علاقوں پر حملوں کا جواز پیش کرے گا کہ یہ اس کے قانون کے تحت ہونے والی کارروائی ہے، اس لیے اقوام متحدہ یا عالمی عدالت کے دائرہ کار میں اسرائیل کی حاکمیت کے علاقے نہیں آتے۔ یہ بالکل جارحیت کا بھی ایسا جواز بنانے کا عمل ہے جس کا صہیونی ریاست کو اقوام متحدہ کی قراردادوں کی رو سے اسے کوئی بھی استحقاق حاصل نہیں ہے۔ پھر یہ علاقے اسرائیل کی کسی بھی طرح متنازعہ حاکمیت میں نہیں آتے۔ یہ مقبوضہ خطے ہیں اور یہ عمل پہلے کی اسرائیلی کارروائی کا ہی تسلسل ہوں گے جن کے تحت نیتن یاہو کے دورۂ امریکہ سے عین پہلے کہا گیا تھا کہ فلسطین کے نام کی کسی ریاست کا کوئی وجود یا اس کا کسی نوعیت کا تصور ہی نہیں ہے۔ یہ محض قبضے کو جواز دینے اور اسی کے تسلسل میں غزہ اور مغربی کنارے سمیت سارے فلسطینی خطے اسرائیل میں ضم کرنے کا عمل ہے۔

یہاں اس بات کا اعادہ ضروری ہے کہ انروا (UNRWA) فلسطینی پناہ گزین مہاجرین کی امداد کا ادارہ ہے جو ان کی مشرق وسطیٰ اور مشرق قریب میں موجود فلسطینیوں کو، جو لاکھوں کی تعداد میں ہیں، کی امداد کرتا ہے۔ ان علاقوں میں مقبوضہ مشرقی بیت المقدس، شام، اردن، لبنان، مغربی کنارے، غزہ اور خود اسرائیل میں موجود فلسطینیوں کی دیکھ بھال یہی انروا کر رہا ہے۔ ان میں غزہ میں موجود مکمل آبادی میں 23 لاکھ، جن میں سے ایک لاکھ شہید و زخمی ہو چکے، باقی سب بے گھر ہو چکے، کبھی شمالی غزہ اور کبھی جنوبی غزہ، کبھی وسطی غزہ اور کبھی کہیں نکالے جاتے ہیں، ان کے علاوہ تقریباً 12 لاکھ مغربی کنارے، 25 لاکھ سے زیادہ اردن، سات لاکھ شام، چھ لاکھ لبنان اور 15 لاکھ سے زیادہ فلسطینی متفرق ممالک میں پہلے ہی دھکیلے جا چکے ہیں۔ انروا ان سب کے لیے صحت و غذا کی سہولتیں فراہم کرتی ہے۔ اس قدر غزہ میں 50 ہزار کے لگ بھگ خواتین زچگی کے عمل سے انتہائی تکلیف دہ حالات سے گزر رہی ہیں۔ پولیو نے بھی غزہ میں شدید بحرانی صورت پیدا کر دی ہے۔ جلدی امراض نے وباء کی کیفیت پیدا کر رکھی ہے۔ بھوک اور غربت نے الگ سے شدید عفریت کی شکل اختیار کر رکھی ہے۔

ان حالات میں انروا پر مکمل پابندی کا قانون کیا معانی رکھتا ہے؟ اس کے مقاصد کیا ہیں؟ اس قانون سے صہیونی ریاست کو کیا حاصل ہوگا؟ ان سوالات کا جواب مشکل نہیں ہے۔ انروا کے غزہ میں ایڈمنسٹریٹر لیس ٹیکن برگ نے بجا طور پر درست کہا ہے کہ پہلے سے نقصان اور تباہی کے سلسلے کو مزید گہرا کرے گا۔ انروا کی مالی امداد میں یورپی یونین، برطانیہ، کینیڈا، فن لینڈ، آسٹریلیا، جرمنی، سویڈن اور جاپان کی امداد بھی بڑا حصہ ڈالتی ہے۔ نہایت افسوس کے ساتھ اس بات اعتراف بھی کرنا چاہیے کہ اس امداد سے یہ ادارہ فلسطینیوں کے لیے واقعی خدمات سرانجام دیتا ہے لیکن مسلم اور عرب ممالک کی طرف سے اس کی امداد اونٹ کے منہ میں زیرہ بھی نہیں ہے۔ امریکہ نے انروا کی امداد عرصہ ہوا بند کر دی تھی۔ گزشتہ سال امریکی ایوان نمائندگان میں پرامیلا جیا پال، آندرے کارسن اور جین شاکووسکی سمیت ارکان کانگریس نے ایک قانون ایچ آر 9649 پیش کیا تھا جس کے ذریعے 20 ستمبر 2024ء سے اس امداد کی پھر بحالی کا قانون ''انروا فنڈنگ ایمرجنسی بحالی'' کے عنوان سے پاس کیا تھا جو 2025ء میں بحال ہو سکے گا۔ تب بھی اس وقت کے صدرِ امریکہ کی صوابدید پر ہوگا کہ وہ کیا اقدام کرتے ہیں۔ موجودہ انتخابی دوڑ کی صورت بتا رہی ہے کہ نہ

صرف امریکہ بلکہ دیگر ممالک بھی کوئی بڑا فیصلہ نہیں کریں گے۔

یہ بات عرض کی گئی ہے کہ اسرائیل نے انروا پر مکمل پابندی کا قانون پاس کر کے واضح کر دیا ہے کہ وہ اقوام متحدہ یا اس کے فیصلوں کا کسی طرح سے پابند نہیں ہے۔ وہ ایسا اس لیے بھی کر رہا ہے کہ اس کا پابند ہونا یہ لازم کرے گا کہ اس کا موجودہ وزیر اعظم عالمی عدالت برائے انسداد جرائم کے فیصلوں کے مطابق جنگی مجرم قرار پا چکا ہے۔ اس کی ساری جنگی کابینہ بھی جنگی جرائم کی مرتکب ہے۔ دوسرے، اسرائیل نے جنوبی لبنان پر جس طرح سے جارحیت کا ارتکاب کیا ہے، وہاں پر اقوام متحدہ امن فوج کے دستوں پر حملے کیے ہیں، وہ اس امر کا واضح اعلان ہے کہ عالمی فوج کے خلاف جرائم کا ارتکاب کرتے ہوئے یہ واضح کیا جا رہا ہے کہ دنیا بھر میں اسے اپنے جرائم پر کسی نوعیت کی شرمندگی نہیں ہے۔

اس پر مستزاد امریکہ کا رویہ اور پالیسی ہے۔ امریکہ نے انروا کی کافی عرصہ پہلے امداد بند کر کے یہ واضح کیا تھا کہ وہ مشرق وسطیٰ میں کسی بھی عالمی ادارے کے کسی بھی کردار کو تسلیم کرنے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہے۔ اس عملی اعلان سے یہ قرار دیا جا رہا ہے کہ اسے یہ حقیقت اچھی طرح سے معلوم ہے کہ اسرائیل کے لیے یہ ممکن نہیں رہا ہے کہ وہ اپنے بل پر مشرق وسطیٰ میں خود کو قائم یا برقرار رکھ سکے۔ غزہ کی جنگ میں امریکہ کو یہ احساس ہو گیا ہے کہ آزاد دنیا کے بیشتر ممالک میں صہیونی ریاست اخلاقی، قانونی اور سفارتی حیثیت سے محروم ہو چکی ہے۔ اسے قائم یا برقرار رکھنے کی یہی صورت ہے کہ اس کے ارد گرد ممالک کو ہر طرح سے خوف زدہ رکھا جائے، پہلے سے ہی بے عملی سے دوچار مسلم دنیا کو مزید خوف میں مبتلا رکھا جائے۔

امریکی صدارت کا فیصلہ چند روز میں ہو جائے گا۔ ری پبلکن امیدوار ڈونلڈ ٹرمپ یہ بات کہہ چکے ہیں کہ مشرق وسطیٰ کے حالات تیسری عالمی جنگ کی طرف جا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ اس کے امکانات ختم کرنے پر توجہ دیں گے۔ تاہم یہ امر بہت تشویش کا باعث ہے کہ اسرائیل کا ہٹ دھرمی کا رویہ، جو بائیڈن انتظامیہ کا مسلسل غزہ کی تباہی پر اصرار اور عرب دنیا کی بے عملی بہت کچھ بتا بھی رہی ہے اور کھول کر سمجھا بھی رہی ہے کہ امریکہ مشرق وسطیٰ میں ایک بڑی جنگ کی تیاریاں کر رہا ہے۔

امریکہ نے مزید فوج، میزائل حملوں سے بچاؤ کے لیے نظام اور سب سے بڑھ کر بی 52 طیارے مشرق وسطیٰ بھیج دیے ہیں۔ یہ حماس سے لڑنے کے انتظامات نہیں ہیں۔ یہ معاملہ کسی اور طرف جا رہا ہے۔ ایران کے لیے تیاری ہو رہی ہے۔ یہ یمن پر حملے کی تیاری ہے۔ یہ شام پر یلغار کی تیاری ہے سب سے بڑھ کر روس کو پیغام دیا جا رہا ہے کہ کسی بھی صورت میں امریکی مفادات میں محض مداخلت تباہ کن ہو گی۔

مزید برآں ایران اور پاکستان کے میزائل پروگرام سے منسلک 26 کمپنیوں پر امریکہ نے پابندیاں لگا دی ہیں۔ اس طرح ان دو ممالک کو کہا گیا ہے کہ ایران کی صورت میں روس اور پاکستان کی صورت میں چین کو خبردار کیا جا رہا ہے کہ کچھ بھی ایسا ہو سکتا ہے جو ان کے لیے بہتر نہیں ہو گا۔ پھر یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ غزہ سے کسی بھی نوعیت کا اظہار یا اسرائیل سے تعلق جس سے حالات کسی اور طرف جا سکیں، درست نہیں ہو گا۔ یہ بات اس لیے بھی اہم ہے کہ ایسی افواہ نما خبر اڑائی گئی ہے کہ ایران نے اسرائیل پر چار ہزار میزائیلوں سے حملہ کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ اگر یہ واقعی خبر ہے، افواہ نہیں ہے، تب بھی کہا گیا ہے کہ میزائل روکنے کے امریکی نظام کی مشرق وسطیٰ اور بالخصوص اسرائیل میں موجودگی نئی کہانی کی تیاری ہے۔

پاکستان کو عالمی مالیاتی فنڈ نے کہا ہے کہ ایک منی بجٹ منظور کرائے جس کی مالیت 500 ارب روپے ہو گی۔ اس طرح پاکستان کو باور کرایا جا رہا ہے کہ عالمی فنڈ سے اس کی امداد اس بنیاد پر روکی جا سکتی ہے کہ عالمی فنڈ سے بے وفائی کا اظہار بھی غلطی ہو گی۔ ان حالات میں سابق وزیر اعظم عمران خان کا جیل سے بیان بہت کچھ بتا رہا ہے کہ پاکستان پہلے ہی ڈیفالٹ کر چکا ہے۔ یہ حالات پہلے ہی بتا رہے ہیں کہ سعودی عرب سے دو ارب 80 کروڑ ڈالر کے مفاہمتی یادداشتوں پر دستخط ابھی محض کاغذوں کے پلندے ہی ہیں۔ پاکستان کو یہ دستخط معاہدوں میں تبدیل کرنے کے لیے ابھی بہت کچھ کرنا ہو گا۔ یہی معاملہ قطر سے تین ارب ڈالر کے مفاہمتی وعدوں کا ہو گا۔

ان سب حالات اور ان سے جڑے واقعات سے یہ کہا جا رہا ہے کہ امریکہ کمزور پڑتے اسرائیل کے دفاع کے لیے یہ سب کچھ کر رہا ہے۔ یہ سب کڑیاں بتا رہی ہیں کہ حالات سنجیدہ نوعیت لیکن جرأت مند فیصلوں کے لیے امتحان لے رہے ہیں۔ آج غزہ ہے تو کل کچھ اور بھی ہو سکتا ہے۔ کمزور فیصلے تباہی لے کر آئیں گے۔ یہ بات یاد رہے کہ

ے خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
جس کو نہ ہو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

آج غزہ اور اس سے بڑھ کر فلسطین کو بچایئے، کل آپ بچ سکیں گے ورنہ بزدلی بہت کچھ دکھانے کو بالکل تیار ہے۔

زبانی مذمت سے آگے بڑھیں، عمل کی دنیا آباد کریں

فرزندان اسلام۔۔۔السلام علیکم

حمد وثنا کے بعد آج میں آپ سے ایسے وقت میں مخاطب ہوں جب طوفان الاقصیٰ معرکہ کو ایک سال مکمل ہو چکا ہے۔ بے شمار قیمتی قربانیوں کی تاریخ رقم ہو رہی ہے۔ صہیونیت اور امریکی سامراج کی طرف سے قتل وغارت اور تباہی وبربادی کی شرما دینے والی داستانیں لکھی جا چکی ہیں۔

حماس نے 7 اکتوبر 2023ء سے جدید دور کی سب سے بڑی کمانڈو کارروائیوں کا آغاز صرف ایمان اور یقین کے جذبوں سے شروع کیا تھا۔ یہ سلسلہ اب تک کامیابی اور اپنی پیشہ ورانہ صلاحیت کے ساتھ جاری ہے۔ حماس نے دشمن کے تمام حربوں اور ہتھکنڈوں کے باوجود اس پر ہیبت اور خوف مسلط کرتے ہوئے یہ معرکہ لڑا ہے۔

معرکہ طوفان الاقصیٰ اس وقت شروع کیا گیا جب دشمن بیت المقدس پر خوفناک عزائم لیے چڑھ دوڑا تھا۔ مسجد اقصیٰ اس کے نرغے میں تھی۔ صہیونیت کا شکنجہ پھیل چکا تھا، فلسطینی عوام پر گرفتاریوں، جان لیوا حملوں اور ناکہ بندی میں شہادتوں کا سلسلہ دراز ہو چکا تھا۔ صہیونیت عالم اسلام میں راہیں بنا چکی تھی۔

فلسطینی عوام اپنوں کے دھوکے، حکومتوں کی بزدلی اور جن سے تعاون وتحریک کی امیدیں تھیں، ان سب کے ہوتے ہوئے دشمن کی جارحیت، فلسطین کو تنہا کرنے کی کوششیں عروج پر پہنچ گئی تھیں، ایسے میں ظالم کی جارحیت کا سامنا کرنے کے سوا کوئی راستہ نہیں بچا تھا۔ کہیں سفارت اکیلا کر رہی تھی تو کہیں سیادت کے معانی بدل رہے تھے۔

آج دشمن کو بھاری نقصانات کا سامنا ہے۔ یمن وعراق سے اسے چیلنجز درپیش ہیں۔ اسلامی جمہوریہ ایران نے وعدۂ صادق کے تحت دشمن پر مؤثر ضربات سے مدد فراہم کی ہے اور اسے خوف زدہ کیا ہے۔ صہیونی وجود اب صرف امریکی کڑیوں سے جڑا دکھائی دیتا ہے، یہ کڑیاں جلد ٹوٹ گریں گی۔ ان شاءاللہ

یہ احساس پوری طرح سے موجود ہے، موجزن ہے کہ فلسطینی عوام اپنی تاریخ کے انتہائی نازک موڑ پر آ گئے ہیں۔ ان کی صبر واستقامت اور بلند حوصلہ دشمن کی سلامتی اور دفاعی صلاحیتوں کو پامال کیے دے رہا ہے۔ صہیونی قابض ریاست اب دنیا کی تمام آزاد قوموں کے درمیان بدنام ہو چکی ہے۔

فلسطینی عوام تاریخی صمود کے ساتھ کھڑے ہیں۔ انہیں دھوکہ دینے والوں نے امریکی اور اس کے اتحادی مغرب کے ظلم کے سامنے اکیلا چھوڑ دیا تھا۔ ہم ایک غیر متوازن جنگ لڑ رہے ہیں۔ ہمارا دشمن ایک مجرم کی طرح کسی بھی جرم کے ارتکاب سے دریغ نہیں کرتا۔

ہمارے مجاہدین اور فلسطینی مزاحمت کار غزہ کے ہر کونے میں اپنی بہادری کے عملی مظاہرے کر رہے ہیں۔ ہماری کامیابیوں کی خبر تک سامنے آنے نہیں دی جاتی۔ ہم نے ہزاروں صہیونی دشمن فوجیوں کو ہلاک وزخمی کیا ہے، بڑی تعداد اس کے آلات حرب تباہ اور ناکارہ کیے ہیں۔

ہمارا عزم طویل اور صبر آزما جنگ لڑنے کا ہے۔ ان معرکوں نے ثابت کیا ہے کہ یہ راستہ کامیابی کی طرف جا رہا ہے۔ مفرور دشمن تاریخ کے اسباق بھلا بیٹھا ہے۔ وہ ہماری قوم کی ثقافت سے بے بہرہ ہے۔ ہمارے قائدین اسماعیل ہنیہ، یحییٰ ابراہیم السنوار اور حسن نصر اللہ کی شہادت اس بات کا ثبوت ہے کہ دشمن مزاحمت کی حقیقت کو نہیں سمجھتا، اسے آلات حرب پر بھروسہ ہے۔ اگر اس کا نظریہ درست ہوتا تو مزاحمت ختم ہو چکی ہوتی۔

یہ سرزمین ہمیں مجاہدین عطا کرتی ہے۔ یہاں زیتون کے درخت اور ہر نسل کے لوگ ہمیں عزت ووقار عطا کرتے ہیں۔ ہمیں اپنے وطن کی حفاظت کے لیے مل کر جدوجہد کرنا ہوگی۔

رفح میں چھ اسیران کے ساتھ جو کچھ ہوا، وہ ممکنہ طور پر دوسروں کے ساتھ بھی دہرایا جا سکتا ہے۔ نیتن یاہو اور اس کی دہشت گرد حکومت اپنی ہٹ دھرمی کی وجہ سے کچھ بھی دیکھ سکتی ہے۔ اگر اسیران کو خطرات لاحق ہوں یا قریبی جھڑپیں ہو رہی ہوں تو ہدایت یہ ہے کہ انہیں زیادہ محفوظ مقامات پر منتقل کر دیا جائے۔ لیکن اسیران کے لیے خطرات روز بروز بڑھتے جا رہے ہیں۔ جنگ کی جگہ پر اسیران کراس فائر کی آگ میں آ سکتے ہیں۔ اور شاید 100 اور اسیران افق پر کہیں موجود ہوں۔

ہم عرب، اسلامی اور اقوام عالم سے فلسطین کے لیے بڑی مہم کی درخواست کرتے ہیں۔ اسیران کا مستقبل احتلالی حکومت کے فیصلے پر منحصر ہے۔ ہم ان کے معاملے کے تاریخی Tunnels میں گم ہو جانے کے امکان کو خارج نہیں کرتے۔

صہیونیوں کو یہ سمجھنا چاہیے کہ وہ آزاد دنیا کے ناپسندیدہ لوگ ہیں۔ ہم الیکٹرانک جنگ کے ماہرین سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ دشمن کے سائبر حملوں کے خلاف ہماری مدد کریں۔

ہم علمائے کرام سے بھی درخواست کرتے ہیں کہ وہ صرف زبانی مذمت سے آگے بڑھیں اور اپنے لوگوں کے خلاف دشمن کے پیدا کردہ خطرات کے بارے میں واضح مؤقف اختیار کریں۔

والسلام

آپ کا ترجمان۔۔۔ابوعبیدہ

رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مؤمن

براہِ راست رپورٹ

”القدس لنا، لبیک
اے ارض مقدس، اے ارض پیغمبر
نبیوں کا وطن ۔۔۔القدس لنا، لبیک“

پس منظر میں یہ گونجتا ترانہ۔۔۔
عبداللہ محبوب نے انسٹا گرام پر پوسٹ کیا۔۔۔!

”آخری لمحے تک ڈٹے رہے۔صوفے پر رکھا بازو گولیوں کی بوچھاڑ سے شل ہو چکا ہے۔ بائیں ہاتھ کی ایک انگلی بھی جدا ہو چکی ہے۔خون مسلسل بہہ رہا ہے لیکن ہمت کی فراوانی ہے۔ ویڈیو بنانے والا ڈرون جب آپ کی ویڈیو بنانے لگا تو توانائی کو مجتمع کر کے، مزاحمت کی مثال دیتے ہوئے چھڑی ڈرون کی طرف پھینکی۔ وہ کسی سرنگ سے برآمد نہیں ہوئے، کسی آرام دہ جگہ سے نہیں، بلکہ صہیونی فوجیوں کے ساتھ دُوبدُو معرکۂ کارزار میں سرگرم!

کیا حوصلہ تھا، کیا جذبہ تھا، کیا شان تھی!
کیا بے خوفی تھی، کیا بے مثال خوف خدا تھا!
اور کیا ہمت تھی!

”لڑا دے کسی بلا سے مجھے“

”میں سر بکف ہوں، میں یحییٰ ابو ابراہیم السنوار ہوں
میں فلسطین کا فرزند ہوں، میں مجاہدوں کا قافلہ سالار ہوں“

یہ یحییٰ ابراہیم السنوار تھے۔حماس کے سیاسی ادارہ کے سربراہ، اسماعیل ھنیہ کے جانشین، شیخ احمد یٰسین شہید اور ڈاکٹر عبدالعزیز رنتیسی کے جانشین۔

دراصل یہ ان بے شمار شہیدوں کے جانشین تھے جو اسلام کی خاطر راہ حق میں بے وجہ مارے گئے۔ دنیا کے بزعم خود باخبر ادارے بی بی سی نے یحییٰ السنوار کی شہادت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

”اسرائیلی افواج سال بھر سے ان کی تلاش میں تھیں۔ وہ 7 اکتوبر 2023ء کے طوفان الاقصیٰ آپریشن کے بانی، منصوبہ ساز اور عمل کرنے والوں کے سرخیل تھے۔ قابض فوج انہیں غزہ کی زیر زمین سرنگوں میں تلاش کر رہی تھی۔ خیال تھا کہ محافظوں کا ایک دستہ ان کے ساتھ رہتا ہوگا۔ایک خیال یہ بھی تھا کہ انہوں نے یرغمالیوں کو اپنی ڈھال بنایا ہوگا۔

لیکن وہ تو تنہا تھے۔ان کا سامنا اسرائیلی قابض فوج سے ہوا تو وہ سر بکف تھے۔ان کے ساتھ تین افراد تھے، کوئی یرغمالی نہیں تھا۔انہوں نے کسی صہیونی، کسی یہودی کو اپنی ڈھال نہیں بنا رکھا تھا۔

ان کی تلاش ہزاروں فوجی کر رہے تھے۔ نہ جانے کتنے ڈرون ان کے تعاقب میں تھے۔ یہ محض اس دن کی کہانی نہیں جب وہ شہید کیے گئے۔ اسرائیل کے وزیر دفاع ائیر ایڈمرل ریٹائرڈ ڈینیل ہیگاری نے اعلان کیا کہ بالآخر وہ ”شہید“ کر دیئے گئے“

صہیونیت سمیت سب کے دعوے ہوا ہو گئے۔ وہ تو تیار تھے۔تباہ شدہ مکان کے مٹی سے اٹے صوفے پر لڑائی میں پیش پیش، سچے مجاہد، ان تک جنگ جُو کی مانند، اپنے مجاہدوں کے ساتھ، کوئی بھی انسانی جسموں کی ڈھال نہیں تھی وہاں!

یحییٰ ابراہیم کے حالات زندگی پر گفتگو پھر ہوگی۔ تا حال یہ جاننا ہی کافی ہے کہ وہ زندہ ہیں کہ شہید زندہ ہیں، ہم اس زندگی کا شعور نہیں رکھتے۔ یہی قرآن کا پیغام ہے۔

صلۂ شہید کیا ہے؟
تب و تابِ جاودانہ

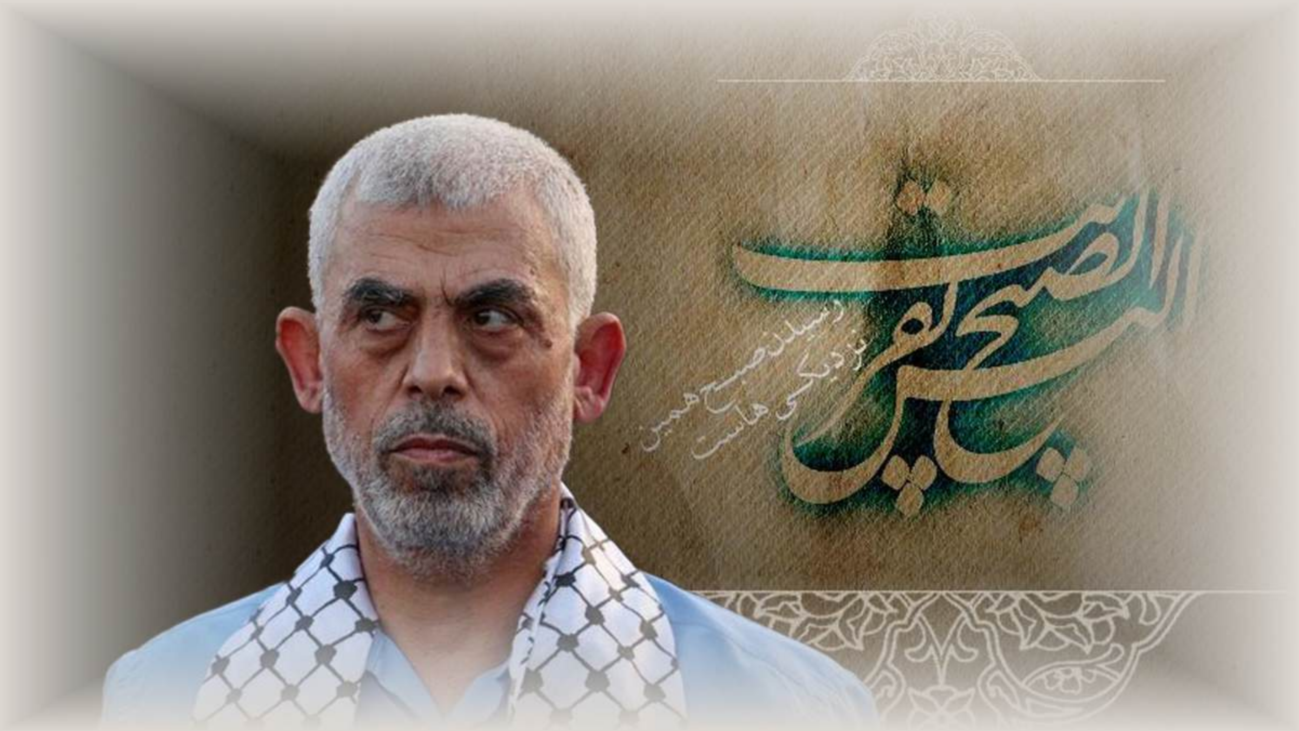

الوداع اے یحییٰ! الوداع اے ابو ابراہیم

ادھم شرقاوی / عبدالحسیب عثمانی

انہوں نے غزہ کی ساری مٹی کھود ڈالی اسے تلاش کرنے کے لیے، کیونکہ وہ اس حقیر دنیا کا سب سے مطلوب شخص تھا!

اس کا جرم یہ تھا کہ وہ آزاد تھا، اور اس غلام سیارے کو سب سے زیادہ پریشانی اس وقت ہوتی ہے جب وہ ایک آزاد شخص کو بندوق تھامے ہوئے دیکھتی ہے!

وہ ہمیشہ یقین رکھتا تھا کہ یہ دنیا ایک جنگل ہے، اور یہاں کچھ بھی مفت نہیں ملتا۔ اور یہ کہ کوئی بھی تمہارے پاس یہ کہنے کے لیے نہیں آئے گا: ''یہ تمہارا حق ہے، لے لو!''

اگر تم اپنا حق حاصل کرنا چاہتے ہو تو اٹھو اور دنیا کے خلاف لڑتے ہوئے اسے لے لو، اور جنگل کے قانون کو اپنے جوتے کی نوک سے اڑا دو۔

چاہے تم کتنا بھی چیخو، کوئی تم سے نہیں پوچھے گا کہ تمہیں کیا ہوا!

چاہے تمہارا کتنا ہی خون بہ جائے کوئی تمہارے زخم کی پروا نہیں کرے گا!

چاہے تم کتنی بھی مذمت اور تنقید کرو، کوئی تمہاری نہیں سنے گا!

صرف اُس وقت جب تمہارے پاس ایک راکٹ، ایک بندوق، گولیاں، اور یاسین کے گولے ہوں گے، تب تمہاری آواز سنی جائے گی، اور تمہارا چہرہ اخبارات کے پہلے صفحات پر آئے گا!

انہوں نے غزہ کی مٹی کھود ڈالی اسے تلاش کرنے کے لیے!

وہ اسے سرنگوں میں ڈھونڈ رہے تھے، اور دنیا کو یہ بتایا تھا کہ وہ یرغمالیوں کے پیچھے چھپ رہا ہے تاکہ مارا نہ جائے!

پھر آخری تصویر آئی، جس نے انہیں ہلا دیا، ہمیں ہلا دیا، اور پوری دنیا کو ہمارے ساتھ ہلا دیا!

وہ اسے شکار سمجھ رہے تھے لیکن پتہ چلا کہ وہ تو شکاری تھا۔

جب وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ وہ اسے تلاش کر رہے ہیں، تب انہیں معلوم ہوا کہ دراصل وہ انہیں تلاش کر رہا تھا!

انہوں نے اسے پہلی صفوں میں کھڑا پایا، موت کے سامنے ڈٹ کر کھڑا ہوا نہ اس سے خوفزدہ، نہ ان سے، اور نہ ہی پوری دنیا سے!

اس کی شہادت کی تصویر ویسی ہی حیران کن رہے گی جیسی

اس کی زندگی کی تصویر تھی!
اس کے ہاتھ میں بندوق، کمر پر پستول، سینے پر گولیوں کی جیکٹ، اس کے ساتھ قرآن، جیب میں تسبیح، اوراورذکرو اذکار اس کی زادِراہ، اور اس کا خون اس کا گواہ!
اس نے اللہ کے سامنے اپنی حجت پیش کردی اس کی کھوپڑی پھٹ چکی، اس کا سر چھد گیا، اس کا ہاتھ خون بہاتا رہا، اس کا گھٹنا چکنا چور ہو گیا، لیکن وہ جھکا نہیں، اور آخری لمحے تک لڑتا رہا، اور جب اس کی بندوق گر گئی، تو اس نے انہیں لکڑی سے مارا!
اس نے اپنی موت میں بھی انہیں شکست دی، بالکل ویسے ہی جیسے اپنی زندگی میں انہیں شکست دی تھی!
یحییٰ نے کتاب کو مضبوطی سے پکڑا اور کسی کے لیے کوئی عذر نہیں چھوڑا!
اگر کوئی اسے خون کے بارے میں موردِ الزام ٹھہراتا ہے، تو یہ رہا اس کا اپنا خون!
اگر کوئی اسے تباہی کا الزام دیتا ہے، تو لو وہ خود ملبے تلے دبا ہوا ہے!
اگر کوئی اسے جہاد کا الزام دیتا ہے، تو یہ اسی کا جہاد ہے!
اگر کوئی اسے ان تمام شہداء کا الزام دیتا ہے، تو یہ اس کی اپنی شہادت ہے!
اگر کوئی اسے اس کی زندگی کے بارے میں الزام دیتا ہے، تو اس نے اپنی زندگی بھاگتے ہوئے، قید میں، مطلوب، جنگجو، اور شہید کی حیثیت سے گزاردی!
اگر کوئی اسے تھک جانے کا الزام دیتا ہے، تو اس نے اپنی پوری زندگی اپنے وطن کے اندر سفر میں گزاردی!
اگر کوئی اسے ان لوگوں کا الزام دیتا ہے جن کی قبریں نہیں تھیں، تو اس کا اپنا جسم اس کے دشمن کے ہاتھ میں ہے۔
اس نے ہر چیز سے کنارہ کشی اختیار کی، یہاں تک کہ اس بات سے بھی کہ اس کا ایک شایانِ شان جنازہ ہو۔
اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہی بہتر اور باقی رہنے والا ہے!
الزام دینا چھوڑ دو، کیونکہ کسی شخص کو اس لیے ملامت کرنا بدترین چیز ہے کہ وہ ایک مرد کا رتھا!
اسے نہ رلاؤ، کیونکہ آدمی کو اس وقت نہیں رلایا جاتا جب وہ اپنی تمنا پالیتا ہے، بلکہ اسے اس وقت رلایا جاتا ہے جب وہ اپنی تمنا کھو دیتا ہے، اور اس (سنوار) جیسے آدمی کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ اپنی منزل نہ پائے اور اپنی تمنا اس منزل پر پوری ہوتی نہ پائے!

اور پھر اگر ہم میں سے ہر ایک کی تمنا بھی یہی (شہادت) نہیں
تو ہم اس راستے پر کیوں چلتے ہیں، اور کیوں ہم صبح وشام یہ دعا کرتے ہیں: ''اے اللہ! ہمارے خون سے جو تیری رضا ہو لے لے۔''
اور کیوں ہم عہد کرتے ہیں کہ ہم کبھی میدان نہیں چھوڑیں گے اور نہ ہی ہتھیار پھینکیں گے!
دشمن نے ہمیں مہلک ضرب نہیں لگائی، کیونکہ ہمارے سردار کبھی چھپے ہوئے نہیں رہے، ہم ہمیشہ اپنے سپاہی سے پہلے اپنے قائدین کو پیش کرتے رہے ہیں!
یہ تحریک ہمیشہ نئی قیادت کو جنم دیتی ہے، اور یہ محاذ ہمیشہ مضبوط رہے گا، اگر پہلے بہادر نہ ہوتے تو ہم ان بہادروں کو کیسے جان پاتے جو ان کے بعد آئے!
سلام ہو آپ پر، اے ابو ابراہیم!
سلام ہو آپ پر جب آپ اس حال میں زندہ اٹھائے جائیں گے جس میں آپ فوت ہوئے تھے، آپ کے ہاتھ میں بندوق، سینے پر گولیوں کی جیکٹ، جیب میں تسبیح، اور آپ کے زخم خون بہا رہے ہوں گے جیسے آپ اسی دن زخمی ہوئے تھے!
سلام ہو آپ پر جب آپ اپنے رب کے سامنے کھڑے ہوں گے، اپنی پھٹی ہوئی کھوپڑی، کٹی ہوئی انگلی، اور چکنا چور ہڈیوں کے ساتھ، اور کہیں گے: ''میرے رب کیا آپ مجھ سے راضی ہو چکے؟''
اور تم سب
اے ان کے دوستو، ساتھیو، بھائیو!
خبر بہت عظیم ہے، سو اس کا ماتم نہ کرو، اس وقت تمام الفاظ بے معنی ہیں، اس کا ماتم یہ ہے کہ تم بھی اسی راہ پر جان دو جس پر اس نے دی۔
اے ابو ابراہیم، تم ہمیشہ کے لیے زندہ ہو!

جائزہ۔ ا / مرزا محمد الیاس

غزہ سے التفات: اسرائیل کا مکمل بائیکاٹ

اسرائیل کو ملنے والا ہر ڈالر کسی ایک فلسطینی کو بندوق کی گولی بن کے لگتا ہے۔

یہ محض ایک بات نہیں ہے۔ یہ ایک سنگین حقیقت ہے۔ جب ہم کوئی بھی کولڈ ڈرنک، شیمپو، بالوں کی کریم یا ایسی کوئی بھی امریکی و یورپی شے خریدتے ہیں تو ہم اس حقیقت کو یقینی بناتے ہیں کہ کسی فلسطینی اور اب لبنانی کو بھی لگنے والی گولی، میزائل یا ٹینک کا گولہ خریدنے میں اسرائیل کی مالی مدد کرتے ہیں، جو ان مصنوعات کی فروخت سے منافع کی شکل میں لی اور دی جاتی ہے۔ کہنے کو اسرائیل سے ہمارے سفارتی، معاشی اور تجارتی تعلقات نہیں، لیکن ہمارا دشمن بہت عیار ہے۔ اسی منافع کو مقامی صنعت میں تبدیل کر کے ہم ملکی اور قومی صنعت و تجارت کو آگے بڑھا سکتے ہیں، صہیونیت کا بڑھتا خونی شکنجہ کمزور کر سکتے ہیں، غزہ میں جاری خون مسلم کی ارزانی کے آگے بند باندھ سکتے ہیں۔

کیا ہم ایسا کر رہے ہیں؟ کیا ہم ایسا کر سکتے ہیں؟ کیا اس طرح سے ان بدیسی مصنوعات کا بائیکاٹ کر کے ہم کوئی اثر ڈال سکتے ہیں؟

یہ سوالات بہت اہم ہیں۔ مثال کے طور پر آج امریکہ سے اسرائیل کو 10 ارب ڈالر مل رہے ہیں، تو اس بائیکاٹ سے اسے امداد کو مؤثر بنانے کے لیے 20 ارب ڈالر دینا ہوں گے۔ امریکی عوام کے ٹیکس سے مزید مہنگے داموں جنگ جاری رکھنا ہوگی۔ یہ فرق چند دنوں میں دوگنا سے اور بھی کئی گنا ہو سکتا ہے۔

یہ بائیکاٹ محض اسرائیل کا ہی نہیں ہوگا، یہ صہیونیت کا بائیکاٹ ہوگا جسے ہم سب نے میکڈونلڈ کھلا کر، کوک اور پیپسی پلا کر، مرنڈا کے مزے دے کر خود ہی موٹا تازہ کیا ہے۔ یہ انسانیت کو قتل کرنے والے مغرب کا راستہ روک دے گا جو حقوق انسانی کا علمبردار بنتا ہے لیکن فلسطینی کو انسانی جانور کہتا ہے۔ وہ یہ بات چھپ کر

نہیں، سرعام کہتا ہے۔ آیئے! ایک مختصر جائزہ لیں کہ یہ سب کس طرح ممکن ہے؟

پہلے ہم ذرا یہی جان لیں کہ اس قتل عام نے کیا کچھ نہیں کردیا؟ ترکیہ، اسرائیل کو تسلیم کرنے والے مسلم ممالک میں سے ایک اہم ملک ہے۔ اس کی نیوز ایجنسی اے اے (انادولو) کی رپورٹ 6 اکتوبر کو جاری کی گئی ہے جس میں جنگ کے نام پر یا آڑ میں تباہی کو بیان کیا گیا ہے۔ یہ رپورٹ محمد انس نے تیار کی ہے۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ اعداد و شمار میں اس لیے فرق آسکتا ہے کیوں کہ ابھی فلسطینی قتل ہو رہے ہیں، اب تو اس میں نیا موڑ آ گیا ہے کہ انہیں زندہ جلایا جا رہا ہے۔ مغربی کنارے میں بالخصوص نیا تماشا لگایا جا رہا ہے۔ کسی بھی گھرانے سے کسی ایک نوجوان کو گرفتار کیا جاتا ہے، آنکھیں بند کر کے، ہاتھ پشت پر باندھ کر، گھسیٹتے ہوئے لایا جاتا ہے، دس بارہ صہیونی فوجی اسے مارتے ہوئے لاتے ہیں، قہقہے لگاتے ہیں، غلیظ زبان بکتے ہیں، خدا اور رسولؐ کی توہین کرتے، اس نوجوان کو مارتے ہوئے آگ لگا دیتے ہیں۔ ابھی ایک ویڈیو وائرل ہوئی ہے جس میں پہلے ایک نوجوان کو زندہ جلایا گیا اور اس کی ماں کو یہ سب دیکھنے پر مجبور کیا گیا اور جب وہ نوجوان جل کے مر گیا تو اس ماں کو بھی تشدد زدہ کر کے شہید کر دیا گیا۔ اسے بھی زندہ جلایا گیا۔ یہ اب غزہ میں بھی ہو رہا ہے، جبالیہ میں اس کی کئی مثالیں ہم سب کا مذاق اڑانے کے لیے قائم کی گئی ہیں۔

غزہ میں تباہ کیے گئے گھروں کی تعداد 87,000 ہے۔ رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ 18 ارب 50 کروڑ ڈالر مالیت کا صرف انفراسٹرکچر تباہ کیا گیا ہے۔ اگر آج بمباری رک جائے، گولہ باری کرتے ٹینک چلے جائیں، آدھے تباہ حال گھروں کو جلانے کا عمل روک دیا جائے، تب بھی پینے کے پانی، سیوریج کے نکاس کے سلسلے، بجلی کی لائینیں کچھ نہ ہوگا۔ یہاں 32 ہسپتال تباہ ہو چکے ہیں، دس درجن سے زیادہ ایمبولینس تباہ کر دی گئی ہیں۔

یہ رپورٹ جب تیار ہو رہی تھی تو 42,000 مسلمان شہید ہو چکے تھے۔ عالم اسلام خون کی شمعیں جلنے کے باوجود تاریکی جانے کے خوف سے دبکا رہا ہے۔ کوئی سکول باقی نہیں رہا، غزہ کی جامعات باقی نہیں رہیں۔

دنیا میں تعلیمی موضوعات میں ایک نئے موضوع کا مختلف پہلوؤں سے اضافہ ہو گیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ آئندہ کہیں تباہی لانی ہے تو اس کا زیادہ تباہ کن ''اسلوب'' کیا ہوگا؟

ذرا سوچیے کہ غزہ میں 7 لاکھ 18 ہزار طلبہ و طالبات تعلیمی اداروں، کتابوں، اساتذہ، سپورٹ سٹاف سے محروم کر دیئے گئے ہیں۔ یہاں تباہ ہونے والے کالجز، جامعات اور تعلیمی سہولتوں کی تعداد محتاط اندازے کے مطابق 456 ہے۔ ان کی کتنی شاخیں تباہ ہوئیں، اس کا حساب ابھی لگنا باقی ہے۔

رپورٹ کہتی ہے کہ سکول جانے والے بچوں اور بچیوں کی شہادتیں 27 اگست تک 10,888 تھی، ان کے 529 اساتذہ باقی نہ رہ سکے۔ ان کے علاوہ زخمی بچے 17,224 ہیں۔ ان کی اکثریت کے یا تو بازو نہیں رہے یا پاؤں اور ٹانگیں کاٹنا پڑیں۔ زخمی اساتذہ کی تعداد 3,686 ہے۔ یونیسف کی رپورٹ کے مطابق اب تک 7 لاکھ 82 ہزار طلبہ و طالبات سکولوں سے محروم ہوئے۔ یہ تعداد شہید یا زخمی ہونیوالے بچوں اور بچیوں کے علاوہ ہے۔ ایک اور حقیقت اسی رپورٹ کے مطابق یہ ہے کہ 6 سال کی عمر کے 45 ہزار بچے سکول جانے سے پہلے سال ہی سکول

سے محروم ہو گئے ہیں۔ ان کے علاوہ مزید 6 لاکھ 25 ہزار بچے ایسے ہیں جو سکول داخلے کی سہولت مہیا نہ ہونے کی وجہ سے محروم ہو چکے تھے۔ وجہ زیادہ تر یہ رہی تھی کہ گزشتہ 17 سال سے اسرائیل نے غزہ کا مکمل محاصرہ کر رکھا تھا۔ کوئی سہولت موجود ہی نہ رہی تھی۔

اس نئے مضمون میں ایک اور اضافہ Educide کے بعد Ecocide کے نام سے ہوا ہے۔ یورپین لاء انسٹی ٹیوٹ نے اسے یوں بیان کیا ہے کہ یہ وہ تباہی ہے جو ماحول کی تباہی کی صورت آئی ہے۔ ایسی ماحولیاتی آلودگی اسرائیل نے پیدا کر دی ہے جس میں زندگی ممکن نہیں رہی ہے۔ یہ تصور ویت نام جنگ میں سامنے آیا تھا۔ وہاں بھی تباہی کا ایجنٹ امریکہ تھا۔ یہاں بھی سرپرست اعلیٰ امریکہ ہے، اس کے فاسفورس اور نیپام بموں نے نئی داستانیں رقم کر دی ہیں۔

غزہ میں جون 2024 تک 60 ملین میٹرک ٹن کی مقدار میں میزائیلوں، بموں اور دیگر اسلحہ سے کاربن ڈائی اور مانو آکسائیڈ کا اخراج ہوا تھا۔ جنگ کے ابتدائی 120 دن میں یہ اخراج اپنی بے پناہ مقدار کے اعتبار سے دنیا کے 26 ملکوں سے ہونے والے اخراج سے بھی زیادہ ریکارڈ کیا گیا۔ اقوام متحدہ کے اندازوں میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ ایک سو لاریاں مسلسل 15 سال لگی رہیں تب بھی 40 ملین میٹرک ٹن اخراج کا لوڈ کہیں اور منتقل کر سکیں گے۔ اس پر اٹھنے والے ابتدائی اخراجات کا تخمینہ 50 سے 60 کروڑ ڈالر لگایا گیا ہے۔

ایک اور پہلو سے غزہ کی تباہی دیکھیے۔ یہاں موجود عمارتی ملبے کو ٹھکانے لگانے کے لیے 250 سے 500 ہیکٹر زیعنی 618 سے 1235 ایکڑ زمین درکار ہوگی۔ ہاؤسنگ، لینڈ اینڈ پراپرٹی ٹیکنیکل ورکنگ گروپ نے ستمبر میں رپورٹ دی تھی کہ غزہ میں 2,97,000 ہاؤسنگ یونٹس تباہ کیے گئے، ان میں سے 87,000 مکمل تباہ کر دیے گئے۔ یہ اعداد و شمار اقوام متحدہ کے ادارے UNRWA کے جاری کردہ ہیں۔ ان میں سے 72% رہائشی یونٹس ہیں، 19 فیصد پبلک سروسز کی عمارات اور 9 فیصد کمرشل یا صنعتی عماراتی یونٹس ہیں۔

غزہ کے 23 لاکھ باسیوں میں سے 20 لاکھ بے گھر ہو چکے ہیں۔ وہ شمال سے جنوب اور جنوب سے شمال کی اطراف دوڑائے جا رہے ہیں۔ باقی ماندہ باسیوں میں سے ایک لاکھ سے زیادہ زخمی ہیں۔ شہداء کی تعداد بار بار بیان ہو رہی ہے۔ گویا کسی ایسے فرد کی تلاش جوئے شیر لانے سے بھی سخت ہو چکی ہے، جو ابھی سلامت بچا ہو۔ کیا وہ ذہنی طور پر سلامت رہا ہوگا۔؟

اب ذرا صحت عامہ کا جائزہ اقوام متحدہ کے عالمی ادارہ صحت کے ذریعے لیتے ہیں۔ اس کے مطابق صحت عامہ کے نظام پر غزہ میں 516 حملے کیے گئے ہیں۔ مغربی کنارے اور بیت المقدس پر یہ حملے 619 بار کیے گئے ہیں۔ یہ حملے 23 ستمبر تک کے ہیں۔ صحت عامہ کے 765 ارکان مارے گئے ہیں۔ 110 سہولتوں کو تباہ کیا گیا ہے، 32 ہسپتالوں کو تباہ کیا گیا ہے۔ یہ صورت غزہ کی ہے۔ مغربی کنارے اور بیت المقدس میں 25 ارکان شہید کیے گئے ہیں، 444 ایمبولینسیں تباہ کی گئی ہیں، 56 کی تعداد میں صحت کے مراکز تباہ کیے گئے ہیں۔

انادولو ایجنسی کے مطابق تباہی کی تصویر ابھی نامکمل ہے۔ ثقافتی مراکز، مساجد، گرجا گھروں، تاریخی عمارات کی تباہی کا ذکر نہیں کیا جا سکا۔

عام تاثر یہ ہے کہ اسرائیل کو گھٹنوں کے بل جھکایا اور شکست سے دوچار نہیں کیا جاسکتا۔ اس جائزہ رپورٹ سے یہ انکشاف ہوگا کہ بظاہر مضبوط نظر آنے والا اسرائیل کس قدر کمزور ہے۔ اسرائیل نے انسانی تاریخ کی سب سے بڑی انسان دشمنی کا ارتکاب کیا ہے۔ غزہ کی تباہی، بچوں کا غزہ کے بازاروں میں ذبح کیا جانا، خواتین کی چادرِ عصمت کو تار تار کر کے انہیں شہید کرنا، نوجوانوں کا مذاق بنانے کے بعد انہیں مارنا دنیا نے دیکھ کر بھی نہیں دیکھا۔ مسلم دنیا نے آواز تک نہیں اٹھائی۔ شاید آج کا عالم اسلام تاریخ اسلام کا بزدل ترین عالم ہے۔ اسرائیل کا بائیکاٹ کیوں کیا جائے، اس کی قوت کس طرح تباہ ہو رہی ہے اور بائیکاٹ سے کیا ہوگا؟ ان سوالات کا جواب بتائے گا کہ سوویت یونین ٹوٹ سکتا ہے تو اسرائیل کی باری بھی آنے کو ہے۔

اِک ذرا صبر کہ جبر کے دن تھوڑے ہیں

اسرائیل کا، صہیونیت کا، عدمِ انسانیت کا بائیکاٹ

سی این این، اسرائیل کے ترجمان کے مطابق صہیونی ریاست کو کیا نقصان ہوا ہے۔ بنک آف اسرائیل کے مطابق اسرائیل کو اس سال کے آخر تک 66 ارب ڈالر کا نقصان متوقع ہے۔ ان میں فوجی اخراجات بھی شامل ہیں۔ ہزاروں اسرائیلیوں کو شمال و جنوب سے ہجرت کر کے دوسرے علاقوں میں جانا پڑا ہے، نئے گھر بنانے پڑے ہیں۔ یہ نقصان صہیونی ریاست کی مجموعی قومی پیداوار کے 12 فیصد کے برابر بتایا گیا ہے۔ ایران سے متوقع جنگ سے یہ خسارہ مزید پھیل جائے گا۔ اگر حزب اللہ، ایران اور لبنان سے جنگ پھیل گئی، جس کے لیے نیتن یاہو پوری کوشش کر رہے ہیں، تو اسرائیل کے شمال کی جانب ہجرت کرنے والوں کو بریک لگ جائے گی۔

قابض ریاست کے وزیر خزانہ سموٹریک کا کہنا ہے کہ اس کی معیشت میں پھر سے ابھرنے کی صلاحیت ہے۔

دوسری طرف ماہرین معیشت کا خیال ہے کہ نقصان اندازوں سے کہیں زیادہ ہوگا۔ اگر دنیا نے بالعموم اور مسلم ممالک نے بالخصوص مصنوعات کا بائیکاٹ کر دیا تو یہ خسارہ ناقابل برداشت ہو جائے گا۔

اسرائیل کے مرکزی بنک کے سابق مینجر فلگ نے کہا ہے کہ یہ خدشہ بڑھتا جا رہا ہے کہ حکومت اخراجات میں کٹوتی پر مجبور ہو جائے گی تاکہ جنگی بجٹ پورا کیا جاسکے۔ اس طرح سے پیداواری صلاحیت دم توڑ دے گی۔ اسرائیلی انسٹی ٹیوٹ برائے قومی سلامتی اسٹڈیز کے مطابق معیشت کا منفی سمت سفر تیز ہوتا جا رہا ہے۔ ایک رپورٹ میں انسٹی ٹیوٹ نے خدشہ ظاہر کیا ہے کہ جاری جنگ بند کر دی جائے، لبنان، حزب اللہ اور ایران سے جنگ بندی ہو جائے تو اسرائیل طویل مدت تک دوبارہ کھڑا نہیں ہو سکے گا۔ متوقع زوال سے شرح پیداوار کسی بھی منظرنامے میں منفی سمت جاری رہے گی جو بہت جلد کساد بازاری میں تبدیل ہو جائے گی۔

بہت سے اسرائیلی ماہرین مسلسل کہہ رہے ہیں کہ فوجی اخراجات اسی رفتار سے بڑھتے رہے تو اسرائیل میں برین ڈرین کی صورت حال شدت اختیار کر جائے گی۔ قابل ترین افراد بڑی تعداد میں اسرائیل چھوڑ کر بھاگ رہے ہیں۔ ان میں ٹیک سیکٹرز کے ہزار سے زیادہ افراد جا چکے ہیں۔ یہ تعداد ابھی چند ہزار ہو رہی ہے کیونکہ پاسپورٹ اور ویزہ کی تعداد بہت بڑھ رہی ہے۔ ٹیکسوں میں اضافہ ہو رہا ہے، آمدن سکڑ رہی ہے اور سلامتی داؤ پر لگی ہے۔

امریکہ اور مغرب کے اقتصادی پنڈتوں کا کہنا ہے کہ جنگ جاری رہی تو اسرائیل کا نقصان 400 ارب ڈالر تک بڑھ جائے گا۔ اس صورت میں امریکی و یورپی امداد اس خسارے کو پورا نہیں کر سکیں گی۔ 1973ء کی عرب اسرائیل جنگ کے اندازوں کو سامنے رکھ کر دیکھیں تو موجودہ جنگ کا جاری رہنا خطرناک ہوگا۔ صہیونی معیشت آئندہ دس برس بھی اٹھنے کے قابل نہیں رہے گی۔ یہ خسارہ سرمایہ کاری میں مستقل کمی، منفی ہوتی شرح پیداوار اور لیبر مارکیٹ میں شدید عدم توازن کی صورتوں میں سامنے آرہا ہے۔

اس وقت صورت حال یہ ہے کہ فلسطین سے ورکروں کو پرمٹ نہیں دیے جا رہے۔ ان کی جگہ بھارت اور سری لنکا کی افرادی قوت لے رہی ہے۔ 2023ء میں اسرائیل

کے اندر معیشت 20 فیصد تک سکڑ چکی ہے۔ اب تک 3 لاکھ ریزروقوت کو استعمال میں لایا جا رہا ہے۔ یہ کہا جا رہا ہے کہ جنگ سے پہلے معاشی شرح نمو 6.5 فیصد تھی، جس میں 2 فیصد کمی اس ایک سال میں آ چکی ہے۔ درآمدات میں 42 فیصد کمی ہو چکی ہے۔ کنزیومر مارکیٹ میں کمی 27 فیصد جب کہ برآمدات میں 18 فیصد کمی ہو چکی ہے۔ کاروبار میں سرمایہ کاری 67.8 فیصد کم ہوگئی ہے۔ ان سب کا مقابلہ کرنے کے لیے قابض حکومت کو 88.1 فیصد اضافی سرمایہ لگانا پڑا ہے۔

ہم نے دونوں طرف کے نقصانات اور امکانات بیان کر دیے ہیں۔ اس سے یہ بآسانی دیکھا جا سکتا ہے کہ بائیکاٹ سے صہیونیت کو کیا نقصانات ہو رہے ہیں اور مزید ہو سکتے ہیں۔ ہم اس صورت حال کا ذیل میں مختصر جائزہ پیش کر رہے ہیں۔

7 اکتوبر سے شروع ہونے والے طوفان الاقصیٰ سے برسوں پہلے فلسطین کی ایک نیشنل کمیٹی برائے بائیکاٹ، عدم سرمایہ کاری اور عالمی پابندیوں کے لیے فضا بنانے کے لیے ایک قدم (BNC) کا اٹھایا گیا تھا۔ اس کے لیے دباؤ ڈالنے اور بڑھانے کے لیے متعدد مہمات کا آغاز کیا گیا۔ اس سلسلے میں ایک بڑی مہم کا آغاز ذیل کے عنوان سے کیا گیا:

Act Now Against These Companies Profiting from The Genocide of the Palestinian People.

اس مقصد کے لیے اسرائیل کی معیشت میں سرمایہ بذریعہ منافع شامل کرنے والی کمپنیوں کو چار گروپوں میں تقسیم کیا گیا۔

صارف کے لیے اہداف:

1) Consumer boycott Targets

عدم سرمایہ کاری اور اخراجی اہداف:

2) Divestment and Exclusion Targets

دباؤ کے لیے اہداف:

3) Pressure Targets

حرکیاتی بائیکاٹ کے اہداف:

4) Organic Boycott Targets

پہلے گروپ میں یہ کمپنیاں شامل کی گئیں۔

PUMA'S- Shoes and Sneakers Brands
AXA- Insurance Company
Carrefour- Departmental Stores
hp- Hewlett Packard
RE/MAX- Real Estate Business
SIEMENS- Software, Technology etc.
Chevron- Oil and Petrochemicals
SodaStream- Cold Drinks
TEXACO- Oil Related Brands
Caltex- Petrol and Petrolubicants

دوسرے گروپ میں یہ کمپنیاں شامل کی گئیں۔

Elbit Systems- Technology(Military)
JCB- Heavy Machinery Manufactures
CAF- Football League
HD HYUNDAI- Motor Vehicles
Intel- Computer and other Technologies
VOLVO- Motor Vehicles (Heavy)
CAT- Oil Products
BARCLAYS- Banks
HIK VISION- Cameras

تیسرے گروپ میں ذیل کی کمپنیاں شامل ہیں۔

G- Google and Chrome
a- Amazon
Expedia- Flight Booking
Disney- Production and Media
Booking.com- Flight Booking
teva- Shoes

چوتھے گروپ کی کمپنیاں یہ ہیں۔

M- Mcdonald, Fast Foods
Domino's- Pizza Chain
Pizza Hut- Pizza Chain
Pappa Johns- Pizza Chain
Burger King- Burgers
Wix- Web Companies

تیس کے قریب یہ کمپنیاں دراصل بنیادی کمپنیاں (Mother Companies) ہیں۔ ان کی ذیلی کمپنیاں سینکڑوں کی تعداد میں ہے۔ بی این سی ان کے خلاف بائیکاٹ، عدم سرمایہ کاری اور ان کے خلاف پابندیوں کی مہمات چلا رہی ہیں۔ ان مہمات کو دنیا بھر کی حکومتوں سمیت کاروباری اور تجارتی اداروں اور تنظیمات کی حمایت حاصل ہو چکی ہے۔ ان سب نے حماس کے ساتھ ان مقاصد کے لیے تعاون، حمایت یا ہمدردی کے عملی مظاہرے کیے ہیں اور وہ بائیکاٹ مہمات میں سرگرم کردار ادا کر رہی ہیں۔ اس تعاون کی وجہ یہ بھی ہے کہ ہر کسی کے خلاف مہم نہیں چلائی جا رہی۔ اس کی بنیاد یہ ہے کہ جو کمپنی، ادارہ یا حکومت فلسطینیوں کے قتل اور خاتمے کے لیے اسرائیل کو سرمایہ اپنے خالص منافع میں سے دے رہی ہیں، وہ دراصل اس خاتمے کی حمایت کر رہی ہیں۔

بائیکاٹ کو مختلف حصوں یا درجوں میں تقسیم کیا گیا:

ا) پہلا حصہ: اہداف اور غیر اہداف کے لیے بائیکاٹ:۔

دنیا بھر میں ایسے باشعور انسان موجود ہیں جو فلسطینی قتل عام پر بہت زیادہ ذہنی تکلیف میں مبتلا ہیں۔ ان میں مسلمانوں کے علاوہ بہت بڑی تعداد میں غیر مسلم بھی ہیں۔ ایسی تعداد میں بھی بہت سے لوگ ہیں جو اسرائیل کے خلاف سخت غصے میں ہیں اور کچھ کرنا چاہتے ہیں۔ وہ سب سے کم لیکن فوری طور پر کچھ کر سکتے یا کر رہے ہیں، وہ ان کمپنیوں کا بائیکاٹ ہے۔ یہ افراد دوسروں کو سوشل میڈیا پر خود بتا رہے ہیں کہ یہ کمپنی یا مصنوعات کا سب کو بائیکاٹ کرنا چاہیے۔

یہی وجہ ہے کہ بائیکاٹ مہم کو ابتداء میں ہی دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے حصہ میں جو راستہ اختیار کیا جا رہا ہے، وہ باقاعدہ اہداف کے مطابق بائیکاٹ کا ہے۔ اس کے لیے جنوبی افریقہ کی مثال سامنے رکھی گئی ہے جہاں نسل پرست انتظامیہ کو ہدف بنا کر اس کا بائیکاٹ کیا گیا تھا۔ دوسری مثال امریکہ میں شہری حقوق کی مہم ہے۔ تیسری مثال برصغیر پاک و ہند میں برطانوی نوآبادیات کے خلاف تحریک ترکِ موالات ہے۔ یہ چند بڑی مثالیں ہیں جن کا بغور تحقیقی مطالعہ کیا گیا ہے۔ اس مطالعہ کے نتیجہ میں ہی محدود تعداد میں کمپنیوں کو ہدف بنایا گیا ہے۔ اصول یہ ہے کہ پہلے ان کمپنیوں کو براہ راست ہدف بنایا جائے جو اسرائیل کی سرگرم حمایت کرتی ہیں، قتل عام میں شامل فوجیوں کو وردی، کھانا، ٹرانسپورٹ اور دیگر مصنوعات بالکل مفت فراہم ہی نہیں کرتیں بل کہ ڈالروں کی صورت میں نقد امداد بھی دے رہی ہیں۔ ان کی بڑی مثالیں Orange, Veolla, G4S, Ben & Jerry's اور Pillsbury ہیں۔ یہ اور ایسی دیگر کمپنیاں اسرائیل کے فلسطین کش اقدامات کی وکالت بھی کر رہی ہیں۔ یہ ایسی کمپنیاں ہیں جن کے ساتھ کام کرنے وال کمپنیاں ان سے کہہ رہی ہیں کہ یہ سلسلہ بند کرو اور اسرائیل کی حمایت ترک کر دو۔

ایسی کمپنیوں کی ممنوعہ فہرست بہت طویل ہے۔ سوشل میڈیا پر ان کے مختلف حصے وائرل ہو رہے ہیں۔ یہ ایسی کمپنیاں ہیں جو بائیکاٹ کے اہداف کے خلاف کام کر رہی ہیں۔ یہ بھی طویل فہرست ہے۔ ان کمپنیوں کے خلاف مہمات میں ان جیسی بڑی کمپنیاں بائیکاٹ مہم میں طے شدہ حصہ ڈال رہی ہیں۔ ''طے شدہ'' سے مراد ہے کہ ان سے حماس اور اسلامی جہاد سمیت دیگر فلسطینی اداروں نے بات کی ہے اور انہیں بائیکاٹ کا حامی بنایا ہے۔

جن کمپنیوں کا بائیکاٹ کیا جا رہا ہے، وہ ایسی کمپنیاں ہیں جو

ہر طرح کی کوشش کے باوجود اسرائیل کو اس کے اندر اپنی فرنچائزڈ برانچوں سے مدد دے رہی ہیں اور دنیا میں اپنی برانچوں سے بھی مدد دے رہی ہیں۔ ان کا بائیکاٹ مکمل طور پر قانونی ہے۔

ایسی کمپنیاں بھی ہیں جو ایک حوالے سے بائیکاٹ کا ایک ملک یا شہر میں ہدف ہیں لیکن دوسرے ملک یا شہر میں اپنے بزنس میں اسرائیل کے لیے سرمایہ یا خدمات فراہم کر رہی ہیں اور کہیں اور نہیں کر رہی ہیں۔ اس فرق کو سامنے رکھ کر بھی ان کی فہرست سازی کی گئی ہے۔

ان اہداف کو سامنے رکھتے ہوئے ایسی کمپنیوں کے بارے میں مہمات شروع میں دیے گروپس کے اندر تقسیم سے مربوط کی گئی ہیں۔ ان کو دیکھیں تو پہلا ہدف ہے کہ ان کی صارف مارکیٹ میں ان کے بائیکاٹ کی مہم ترتیب دی جائے۔ ان کے برانڈز کے مکمل بائیکاٹ کو مہم اور مطالبے کی صورت سامنے لایا گیا ہے۔

دوسرا ہدف یہ ہے کہ ان کمپنیوں کے شیئرز کی خرد و فروخت کے بائیکاٹ کے لیے ہر ملک میں سٹاک مارکیٹ کو ہدف بنایا جائے۔ ان کے بائیکاٹ کے لیے سرمایہ کاری کے ممکنہ فنڈز کو قائل کیا جائے، اداروں سے ان کے کسی بھی تعلق یا رابطے کو ختم کرایا جائے، سٹی کونسل طرز کے مراکز میں مہم چلائی جائے۔ اس طرح ان کمپنیوں کو خرید و فروخت کی سرکاری فہرستوں سے نکلوایا جائے۔ اسلحہ ساز اداروں اور بنکوں میں کام کیا جائے۔ ان مقاصد کے لیے ہونے والا کام اس طرح سے بھی کیا جا رہا ہے:

AFC لسٹ میں ان کمپنیوں کی نشان دہی کی جا رہی ہے جو جنگ میں اسرائیل سے تعاون کر رہی ہیں۔

» AFC تحقیقی ڈیٹا بیس تیار کیا گیا ہے جس میں اسرائیل کی حامی کمپنیوں کا اپ ڈیٹ ریکارڈ ہر وقت دیا جا رہا ہے۔

» اقوام متحدہ کے ڈیٹا بیس میں وہ کمپنیاں شامل کی جا رہی ہیں جو آباد کار کالونیوں کے لیے کام کرتی ہیں۔

» ڈبلیو ایچ او منافع ڈیٹا بیس میں وہ کمپنیاں ہیں جو موجودہ حالات میں اسرائیل کے ذریعے اور اس کے لیے منافع بخش کاروبار کر رہی ہیں۔

» قبضہ میں شامل مصنوعات کے بائیکاٹ کا ڈیٹا بیس بنایا گیا ہے تا کہ ان مصنوعات کا عام لوگ بائیکاٹ کریں۔

ب) دباؤ کے اہداف:

ان بیان شدہ اہداف کے مکمل بائیکاٹ کے لیے مہمات چلائی جا رہی ہیں۔ جس چیز کا بائیکاٹ کیا جاتا ہے، اس کا متبادل بھی تجویز کیا جاتا ہے تا کہ روزمرہ استعمال کی چیزیں بھی لوگوں ملتی رہیں۔ اس کی فہرست سوشل میڈیا پر دیکھی جا سکتی ہے۔

ج) حرکیاتی بائیکاٹ کے اہداف میں اسرائیل کے لیے کام کرنے والی کمپنیوں کے بارے میں مکمل آگاہی مہمات چلائی جا رہی ہیں۔

اب ان چند نمایاں کمپنیوں کا ذکر کیا جا رہا ہے جو عام صارف خرید رہا ہے اور منافع کا ایک حصہ اسرائیل کو جا رہا ہے۔

i) HP۔ (Hewlett Packard)۔ یہ کمپنی امریکہ سے کام کر رہی ہے۔ فلسطینیوں کے قتل عام میں شامل لیڈروں، فوجی جرنیلوں، سول و فوجی افسران کو خدمات دے رہی ہے۔ اس کے بڑے منافع پانے والوں میں وزیر اعظم اسرائیل نیتن یاہو، وزیر خزانہ سموٹریک کے علاوہ اسرائیل کی وزارت آبادی، ہجرت کو مدد دے رہی ہے۔ یہ وزارت فلسطینیوں کو بے دخل کرنے اور نسلی امتیاز قائم کرنے میں پیش پیش ہے۔

ii) شیورون (Chevron) یہ امریکی کثیر قومی کمپنی ایندھن کا کام کرتی ہے۔ یہ غزہ اور مغربی کنارے سے گیس اور پانی اسرائیل کو فراہم کرتی ہے۔ اس کا خالص منافع اربوں ڈالرز میں ہے۔ غزہ میں ماحولیاتی بحران کی بڑی حد تک ذمہ دار ہے۔ فلسطینیوں کے گیس ذخائر کے حقوق سے ان کو محروم کر رہی ہے۔

iii) سیمنز: یہ جرمن کمپنی ہے۔ یہ یورو ایشیا کمپنی ہے۔ اسرائیل اور یورپ کے درمیان بجلی کی کیبل کے لیے آبدوز کے ذریعے ترسیل کرتی ہے۔ اب نئے منصوبے کے تحت غیر قانونی یہودی بستیوں کو یورپ سے بجلی کے لیے ملائے گی۔ کمپنی کی الیکٹرک برانڈز دنیا بھر میں فروخت ہوتی ہیں۔

iv) پوما: یہ جرمنی کا فٹ بال کلب ہے۔ اسرائیل کی فٹ بال ایسوسی ایشن کو سپورٹ کرتا ہے۔

v) کیری فور: یہ فرانس کی کمپنی ہے۔ غزہ کے قتل عام میں بنیادی نوعیت کا تعاون کیا ہے۔ قتل عام میں مصروف فوجیوں کو انفرادی سطح پر تحائف دیے ہیں۔ 2022ء میں اس کمپنی نے اس کی ہی کمپنی الیکٹرا کنزیومر پراڈکٹس نے اسرائیل کی ذیلی کمپنی Yenate Biton کے ساتھ مل کر فلسطینیوں کے حقوق کی پامالی میں سرگرم حصہ لیا ہے۔

vi) اے ایکس اے: یہ فرانس کی انشورنس کی جِن کہلاتی ہے۔ اسرائیلی بنکوں میں سرمایہ لگاتی ہے۔ فلسطینیوں کے خلاف جنگی جرائم کی مالی مدد کرتی ہے۔ ان سے زمین چھینتی ہے۔ قدرتی وسائل پر قبضہ کرنے میں اسرائیل کی مدد کرتی ہے۔

vi) سوڈا اسٹریم: یہ اسرائیلی کمپنی ہے۔ فلسطینی بدو شہریوں کو بے گھر کرنے میں مدد فراہم کرتی ہے۔ یہ کام وہ نقاب (Negev) کے علاقے میں کرتی ہے۔ بہت مدت سے نسلی امتیاز کے ہتھیار کے طور پر کام کر رہی ہے۔

vii) اہاوا: یہ اسرائیل کی کاسمیٹکس کی کمپنی ہے۔ اس کی

سرگرمیاں غیر قانونی یہودی بستیوں میں ہیں۔

ix) ری میکس: یہ امریکی مارکیٹس کا نیٹ ورک ہے جس کا مرکز غیر قانونی یہودی بستیوں میں ہے۔ فلسطینی زمین پر قبضے کرتی ہے۔ اس کی یہ سرگرمیاں مغربی کنارے کے علاقوں میں ہیں۔

ان کمپنیوں کے علاوہ اسرائیلی پھل، سبزیاں اور شراب فلسطین میں لائی جاتی ہیں۔ ان پر لیبل اسرائیل کا لگایا جاتا ہے اور ان کی پیداوار غیر قانونی یہودی بستیوں میں ہوتی ہے۔

x) Intel نے باقاعدہ اعلان کیا ہے کہ 25 ارب ڈالر اسرائیلی معیشت میں لگائے گی تاکہ فلسطینیوں کے قتل عام میں مدد فراہم کر سکے۔ اس طرح وہ نسلی امتیاز میں اپنا حصہ ڈالے گی۔ اس کا بڑا پلانٹ Qiryat Gat میں ہے جو فلسطینی سرزمین ہے۔

xi) ہنڈائی/ والوو/ کیٹ/ جے سی بی: جنوبی کوریا سے ہنڈائی۔ سویڈن اور چین سے والوو، امریکہ سے کیٹ اور برطانیہ سے جے سی بی وہ کمپنیاں ہیں جو فلسطینیوں کی نسلی صفائی، ان کے گھروں، زرعی فارموں اور کاروبار کی تباہی میں حصہ لیتی ہیں۔ یہ کمپنیاں فلسطینی سرزمین چھین کر وہاں غیر قانونی یہودی بستیاں تعمیر کرتی ہیں۔

xii) بارکلیز: یہ برطانیہ کی کمپنی ہے۔ اس کے ایک ارب پاؤنڈ کے شیئرز اسرائیل کے لیے اسلحہ خریداری اور فوجی ٹیکنالوجی فراہم کرنے کے لیے وقف ہیں۔

xiii) کیف: یہ کمپنی بیت المقدس لائٹ ریل (JLR) کے ٹرام کے منصوبے پر کام کرتی ہے۔

xiv) شیورون/ نوبل انرجی: یہ کمپنی مغربی کنارے اور غزہ سے فلسطینی گیس لے کر اسرائیل منتقل کرتی ہے۔ اس طرح اربوں ڈالر کا ریونیو اسرائیل کو دیتی ہے۔

xv) ایچ آئی کے ویژن:

ایمنسٹی انٹرنیشنل نے ایک دستاویز تیار کی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ چین کی اس کمپنی نے سی سی ٹی وی کیمرے فلسطینی سرزمین پر اس غرض سے نصب کیے ہیں تاکہ فلسطینیوں کی نقل و حرکت کی نگرانی کی جائے۔ ان کیمروں سے دور تک افراد کے چہرے بھی آسانی سے شناخت کیے جاتے ہیں۔

xvi) ٹی کے ایچ سیکیورٹی: یہ ہالینڈ کی کمپنی ہے۔ ان کے نگرانی کے کیمرے فلسطینیوں کی نقل و حرکت پر مسلسل پہرہ دیتے ہیں۔

ج) دباؤ کے اہداف:

اب جن کمپنیوں کا ذکر ہو رہا ہے ان کے خلاف بائیکاٹ کا مقصد ان پر دباؤ ڈالنا ہے۔

1) گوگل اور ایمزون: مئی 2021ء میں قابض فوج نے غزہ میں گھروں، کلینکس اور سکولوں کو بمباری سے تباہ کیا۔ مقبوضہ بیت المقدس سے گھرانوں کو بے دخل کرنے کی دھمکیاں دی گئیں۔ اس کے لیے ایمزون ویب سروس اور گوگل کلاؤڈ نے ایک ارب 22 کروڑ ڈالر کے معاہدے کیے۔ اسرائیل کو کلاؤڈ ٹیکنالوجی فراہم کی گئی۔ اس طرح فلسطینی آبادی کو مسلسل دبائے رکھنے میں خدمات فراہم کیں۔ حالیہ غزہ قتل عام میں تکنیکی امداد بھی فراہم کی گئی۔

2) ائر بی این بی/ بکنگ/ ایکس پیڈیا: یہ کمپنیاں غیر قانونی یہودی بستیوں میں کرائے پر رہائش فراہم کرتی ہیں۔

3) ڈزنی: ڈزنی کی ملکیت مارول سٹوڈیوز امریکہ نے کیپٹن امریکہ فلم ’’سپر ہیرو‘‘ میں نسلی اسرائیلیت کو پیش کیا۔ اس میں فلسطین مخالف نسل پرستی کو نمایاں کیا گیا۔ یہودی بستیوں کے افراد کو ہیرو کے طور پر نمایاں کیا۔

ٹیوا فارماسیوٹیکل: ٹیوا اسرائیل کی دوا ساز کمپنی اور دنیا میں جزک ادویات کی سب سے بڑی صنعت ہے۔ یہ فلسطینی سرزمین پر کاروبار کرتی ہے۔

د) گراس روٹ اہداف:

اس فہرست میں درج ذیل کمپنیاں شامل ہے۔

میکڈونلڈ امریکہ، برگر کنگ امریکہ، پاپا جانز امریکہ، پیزا ہٹ امریکہ، وِکس اسرائیل ان کی مخالفت بعض دیگر وجوہات سے ہو رہی تھی۔ فلسطینی بائیکاٹ مہم بعد میں ان میں شامل ہوئی۔ ان کمپنیوں نے اسرائیل کی نسل پرستی پر مبنی کارروائیوں میں بعد میں شمولیت اختیار کی۔ پھر انہوں نے قابض فوج کی امداد شروع کر دی۔

ہم نے تین حوالوں سے اس جائزہ کو تیار کیا ہے۔ پہلے حوالہ میں غزہ میں بالخصوص اور مغربی کنارے میں قتل و غارت گری اور تباہی کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ دوسرے حوالہ میں یہ بتایا ہے کہ اسرائیل معاشی اعتبار سے اب کمزور ہو چکا ہے۔ تیسرے حوالہ میں بتایا گیا ہے کہ اسے اب صرف دھکا لگانے کی ضرورت ہے۔ اب یہ بات ماضی کا حصہ ہے کہ اسرائیل کو جھکایا نہیں جا سکتا۔ ایک مضبوط اور مؤثر بائیکاٹ اسے گھٹنوں کے بل گرنے پر مجبور کر دے گا۔

نوٹ: بائیکاٹ کے سیاسی اثرات پر کسی آئندہ شمارے میں بات کی جائے گی۔ (ادارہ)

جائزہ۔III

غزہ کیا ہوا | امداد بند کرنے کا فیصلہ امریکہ نے کیا۔ ہم نے نہیں کیا

انسان بھوک سے لڑ سکتا ہے، بیماری سے بھی لڑ سکتا ہے، لیکن اس لڑائی کی بہرحال ایک عمر ہوتی ہے، حد ہوتی ہے۔ شیر خوار بچہ تو اپنے آپ سے بھی لڑ نہیں سکتا۔ غزہ میں یہی عالم ہے۔ جب ایسے بچے کو پلانے کے لیے دودھ بھی نہ ہو، ماؤں کے سینے خشک ہو چکے ہوں، ان کے اپنے معدے سوکھ گئے ہوں تو لڑائی کیسی اور کب تک؟

لیکن غزہ میں تو ایسی لڑائی ہی جاری ہے۔ شاید ہمیں معلوم ہی نہیں ہے کہ چھ ماہ سے دو سال کے بچے اپنے آپ سے لڑ رہے ہیں۔ انہیں غذائی بحران کا سامنا ہے۔ چھ ماہ کے بچے کو روٹی، بسکٹ یا ڈبل روٹی نہیں چاہیے، اسے ماں کا دودھ چاہیے، اسے متبادل دودھ چاہیے۔ دو سال کے بچے کو بھی روزانہ تین وقت ہی سہی، شیر مال، نان، ڈبل روٹی یا بن نہیں چاہیے۔ یہ بھی ہو تو غنیمت لیکن یہ غنیمت بھی میسر نہیں ہے۔

کہنے کو امریکہ دنیا کی مہذب اقوام کا سرپرست کہلاتا ہے۔ یہ کہنے کی حد تک ہی ہے۔ ورنہ بہت سفاک ہے یہ سرپرست اعلیٰ۔ اس ستمبر کے پہلے دو ہفتے غزہ میں، 23 لاکھ انسانوں کے لیے صرف 67 ٹرک غذا جانے دی گئی۔ اسے بھی انسانی بنیادوں پر دی جانے والی امداد کہا گیا۔ ورنہ روزانہ غزہ میں غذا کے 500 ٹرک آتے تھے۔ اس مہینے میں 23 میں سے 13 لاکھ افراد کو، یقینی طور پر فلسطینیوں کو، اقوام متحدہ کی رپورٹ کہتی ہے کہ غذائی قلت کا سامنا رہا۔ انہیں درکار راشن نہیں پہنچانے دیا گیا۔

اسی لڑائی کے تحت یہاں کی زراعت کو تباہ کر دیا گیا۔ فصلوں پر آگ لگانے والے بم کون پھینکتا ہے، کیمیائی حملے کون کرتا ہے، فاسفورس بموں سے تباہی کون لاتا ہے؟ اسی لیے گزشتہ مہینے یعنی ستمبر تک یہاں کی 68 فیصد زراعت تباہ کر دی گئی۔ کھڑی فصلوں پر بلڈوزر چلا دیئے گئے، آگ لگا دی گئی، کاشت کاری کرتے فلسطینی مار دیئے گئے۔ اس لیے یہاں کی فصل گزشتہ سات برسوں کے مقابلے میں کمی سے دوچار ہوئی۔

یہ ساری تفصیلات خود امریکی اور یورپی مواصلاتی سیاروں سے حاصل شدہ تصاویر سے لی گئیں۔ غالباً ایسا اس لیے کیا گیا تا کہ دیکھا جائے کہ غزہ کی غذا پیدا کرنے کی

صلاحیت کتنی باقی ہے۔ معلوم ہوا کہ محض 32 فیصد باقی ہے۔ اقوام متحدہ کے ادارے غذا اور زراعت نے رپورٹ دی ہے کہ گوشت اور ڈیری کی معمول کی پیداوار 60 سے 70 فیصد ختم کر دی گئی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دودھ اور گوشت دینے والا لائیو سٹاک بکریاں، بکرے، گائیں، بھینسیں، اونٹ، مرغیاں، مرغے سب مار دیے گئے یا انہیں ذبح کر دیا گیا۔ مارنے والوں کو اچھی طرح علم تھا کہ صحیح طرح سے ذبح نہ کیے جائیں تو فلسطینی، ہر مسلمان کی طرح، ان سب جانوروں کو حرام اور مردار سمجھتے ہیں اور کھاتے نہیں ہیں۔

ماہی گیری کو ہی لے لیجیے۔ مچھلیاں تو سمندر سے ہی ملی جاتی ہیں۔ گزشتہ اکتوبر سے اب تک 150 فلسطینی ماہی گیر یعنی مچھیرے مار دیے گئے۔ 87 فیصد وہ کشتیاں جلا دی گئیں، تباہ کر دی گئیں یا انہیں ناکارہ بنا دیا گیا جو ماہی گیری کے لیے استعمال ہو رہی تھیں۔ موٹر بوٹس 96 کی تعداد میں تباہ کر دی گئیں۔ جبکہ سادہ کشتیاں 900 کی تعداد میں تباہ کر دی گئیں۔ یہ اعداد و شمار فلسطینی این جی او نیٹ ورک کی ویب سائٹ پر موجود ہیں۔ دنیا بھر میں ان کی تفصیلات لی جا سکتی ہیں۔ اس طرح ماہی گیری کا سارا نظام اور اس کے کام کرنے والے تباہی سے دوچار کر دیے گئے۔

بھوک، صہیونیت کا ہتھیار:

جولائی میں اقوام متحدہ کے ادارے آکسفام نے رپورٹ دی تھی کہ اہل غزہ کو اوسطاً روزانہ تمام کاموں کے لیے 5 لیٹر سے بھی کم پانی مل رہا تھا۔ یہ پینے، کھانے پکانے اور کپڑوں سمیت خود کو ہر طرح کی صفائی کے لیے مل رہا تھا۔ دنیا میں اوسطاً یہ مقدار فی کس 15 لیٹر روزانہ مانی جاتی ہے۔ جون کے اختتام تک غزہ میں موجود پانی، اس کی فراہمی اور نکاس کا سارا نظام ختم ہو چکا تھا۔ یہاں موجود پانی کے 88 فیصد کنویں تباہ کر دیے گئے تھے۔ ڈی سیلی نیشن کا 100 نظام بھی ختم کر دیا گیا تھا۔ سمندر کے پانی کی ڈی سیلی نیشن بھی تباہ کر دی گئی تھی۔

اس وقت غزہ انسانی بحران کے عروج پر ہے۔ عالم اسلام تماشا دیکھ رہا ہے۔ یہ بحران اپنی نوعیت کا تاریخی بحران ہے۔ یہ بات عالمی بنک نے اپنی رپورٹ میں لکھی ہے۔ اس سال کے پہلے تین ماہ تک غزہ کی معیشت 86 فیصد سکڑ چکی تھی اور یہ تباہی کے آخری کنارے پر پہنچ چکی تھی۔ مغربی کنارے، مقبوضہ بیت المقدس اور غزہ سمیت ساری معیشت 35 فیصد کے حساب سے ختم کر دی گئی تھی۔ غزہ کے علاوہ دوسرے مقبوضہ جات کی پیداواری قوت نمو پر حملے کیے گئے تھے۔ دنیا بھر میں معاشی سکڑاؤ کی یہ بدترین شکل ہے جس سے فلسطینی دوچار کر دیے گئے ہیں۔ اب غزہ کی 64 فیصد آبادی غربت سے جنگ لڑ رہی ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ غربت کی یہ شرح جلد ہی 100 فیصد کو اپنے حصار میں لے لے گی۔

اس تصویر کا ایک رخ اور بھی ہے۔ وہ بھی بہت ہی بھیانک ہے۔ اس وقت غزہ میں انسانی فضلے کی مقدار چار لاکھ ٹن سے زیادہ ہو چکی ہے۔ خیمہ بستیوں میں فلسطینی بہت بڑی تعداد میں رہنے پر مجبور ہیں۔ ایک طرف فضا سے ان پر بم اور میزائل مارے جا رہے ہیں۔ گراؤنڈ پر صہیونی فوج

گاڑیوں میں آتی ہے، شدید فائرنگ کرتی ہے۔ یہ درندگی حال ہی میں شمالی غزہ میں دکھائی گئی ہے۔ تیسری ''بمباری'' اس فضلے کی ہے جو ٹنوں کے حساب سے خیموں کی درمیانی جگہوں پر موجود ہے۔ فضلے کو ٹھکانے لگانے کا نظام گاڑیوں سمیت تباہ ہو چکا ہے۔ اس کو ٹھکانے والے مقامات تک رسائی ہی ممکن نہیں رہی ہے۔ جو کچھ نوح علیہ السلام کی قوم نے ان کی کشتی میں فضلہ کر کے کیا تھا، ویسا ہی کام صہیونیت نے کر دکھایا ہے۔ اللہ کرے کہ ان میں بھی خارش کی کوئی قسم نکلے اور یہ صہیونی اسی فضلے میں ڈبکیاں لگائیں تا کہ ان کی خارش ختم ہو۔ اس وقت غزہ کے مرکزی فضلہ ٹھکانے لگانے کے دو مقامات پیسا ٹاور بن چکے ہیں۔ اس فضلے کو ٹریٹ کرنے کے نظام تباہ ہو چکے ہیں۔

ہزاروں لاکھوں فلسطینی خیمہ بستیوں میں کیوں رہ رہے ہیں؟ بہ ظاہر یہ بہت احمقانہ سوال ہے۔ لیکن اس کی وجہ بھی ہے۔ وہ یہ ہے کہ غزہ میں پانی اور نکاسیٔ آب کا نظام، سینی ٹیشن کا نظام اپنے چلانے والوں سمیت ختم ہو چکا ہے۔ عمارتیں رہنے کے قابل اس لیے نہیں ہیں کیوں کہ اب گندگی اٹھانے، گندہ پانی نکالنے کا بندوبست نہیں ہے۔ اس ماحول میں ہیپاٹائٹس کی وباء پھیل گئی ہے۔ جگر کی بیماریاں لوگوں کو اچھوت بنائے دے رہی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میسر کھانا اور پانی بھی صاف نہیں ہیں۔ ان میں بیماری پھیلانے والے جراثیم موجود ہیں۔ اگست تک انروا کے مطابق 40,000 مریض ان بیماریوں میں مبتلا ہیں۔

بیمار بچے کہاں جائیں:

اگست تک مرسی کارپس گروپ کے مطابق نوزائیدہ 50 ہزار بچوں کو پولیو سے بچاؤ کے قطرے نہیں پلائے جا سکے۔ اسی مہینے پولیو کا پہلا شکار بچہ معذوری کے ساتھ سامنے آیا۔ دس مہینے کے اس بچے کی دونوں ٹانگیں معذور ہو گئی تھیں۔ غزہ میں گزشتہ 25 سالوں میں یہ پہلا کیس تھا۔ ویکسی نیشن کی صرف ایک مہم چلائی گئی تھی۔ دوسری بیماریاں بھی بہت تیزی سے پھیل رہی تھیں۔ عالمی ادارہ صحت کا کہنا ہے کہ سکے بیز (Scabies)، لائس (Lice)، ہیضہ، جلدی ریش اور چیچک چند عام بیماریاں ہیں۔ سانس کی بیماریوں نے تقریباً ہر بچے کو گھیر لیا ہے۔ ان بچوں کی تعداد دس لاکھ کے لگ بھگ ہے۔ ہیضہ سے دوچار بچوں کی تعداد 6 لاکھ ہے۔ زیادہ تر شکار بچوں کی عمریں 5 سال سے کم ہیں۔ یہ تعداد 2022 کے متاثرہ بچوں سے 23 فیصد زیادہ ہے۔

رفاہ سے داخل ہونے والے امدادی قافلوں کو ایک طرف یہودی آبادکاروں کے تشدد سے آلودہ حملوں نے روکا ہوا ہے۔ دوسری طرف صہیونی طیارے بم اور میزائل مار رہے ہیں۔ جب کچھ قافلے داخلے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو ان پر بے پناہ فائرنگ کی جاتی ہے۔ ان حملوں کی ویڈیوز موجود ہیں۔ امریکہ کے سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کا کہنا ہے کہ امدادی قافلے روکے نہیں جا رہے ہے۔ ویڈیوز دکھا رہی ہیں کہ سب کو بری طرح روکا جا رہا ہے۔ ورنہ مصر کے اندر سرحد پر ہزاروں ٹرک انتظار میں ہیں۔ یہ قافلے اس کے باوجود غزہ جانا چاہتے ہیں کہ وہاں موت ان کی منتظر ہے لیکن وہ پھر بھی جانا چاہتے ہیں۔ واشنگٹن روک رہا ہے۔

خصوصی رپورٹ / نجم الحسن عارف

غزہ میں سرما کی آمد

سردیوں کے موسم کا ایشیائی ملکوں میں بطورِ خاص بے چینی سے انتظار کیا جاتا ہے۔ بہت سے افراد اور معاشروں کی سردیوں کی ان رتوں کے ساتھ بہت سی یادیں وابستہ ہیں، مزے مزے کی کہاوتیں، پکوان، لباس اور روایات جڑی ہوتی ہیں۔ ٹھنڈی اور خنک صبحیں اور خنک شامیں اپنا ہی ایک مزہ رکھتی ہیں جن کے دوران میں خاندانوں کے خاندان آپس میں ملتے ہیں۔ مل کر محفل آرائی کرتے ہیں۔ لیکن غزہ کے جنگ زدہ فلسطینیوں کے لیے اب کی بار سرما کا موسم سردی ہی نہیں بہت سی سرد مہریوں کی بھی یلغار لے کر آ رہا ہے۔

اس میں کچھ کیا دھرا ان کا ہے جو ان کا 'کولڈ بلڈڈ' قتل عام کر رہے ہیں اور کچھ کیا دھرا ان کا ہے جو اس سارے خونی کھیل میں اسرائیل کی سرپرستی کر رہے ہیں۔ اس کو مدد، تعاون اور اسلحے سمیت سب کچھ دے رہے ہیں اور ایک بہت بڑا کردار ان خاموش تماشائیوں کا بھی ہے جو غزہ کے اس جنگی کنویں کے باہر برادرانِ یوسف بن کر کھڑے ہیں اور غزہ کے لوگوں کے قتل عام میں خاموش شریک کار ہونے کے بعد نت نئی کہانیاں اور جواز گڑھ رہے ہیں تاکہ اپنی بے حسی پر پردہ ڈال سکیں۔

غزہ پر مسلط اسرائیلی جنگ کو ایک سال ہو چکا ہے۔ اس ایک سال کے دوران میں لگ بھگ 23 لاکھ سے زیادہ لوگ اپنے در و بام اور گھروں سے بے گھر ہو چکے ہیں۔ اب ان کا قیام بمباری کی چھتوں تلے بنائے گئے پناہ گزین کیمپوں میں ہے۔ جنہیں وہ عام زبان میں خیمے کہتے ہیں۔

یہ عارضی پناہ گاہیں اور خیمے کپڑے اور نائیلون کی ملی جلی بنت سے تیار کیے گئے ہیں۔ ان سے سردی رک سکتی ہے نہ گرمی، آندھی اور بارش میں تو یہ اور بھی زیادہ خطرناک اختیار کر لیتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود یہ خیمے بھی ہر بے گھر کو کہاں میسر ہیں۔

ہاں کچھ ایسے خوش نصیب بھی ہیں جن کے حصے میں کچھ اچھے معیار کے اور ریڈی میڈ قسم کے خیمے آ گئے ہیں لیکن اس کے باوجود یہ خیمے ان بے خانماں فلسطینیوں کے لیے اس بات کی ضمانت نہیں ہیں کہ یہ انہیں سردی سے بچا سکیں گے یا اسرائیلی فوج کی ستم ظریفانہ اور وحشیانہ بمباری سے۔ سردی کی آمد آمد ہے اور اس موقع پر نہ صرف فلسطین کے 23 لاکھ بے گھر لوگوں کو چھت سے محرومی کا معاملہ درپیش ہے بلکہ روزمرہ کے پہننے کے لیے کپڑوں کے معاملے میں بھی وہ سخت محرومی کا شکار ہیں اور اب ان کے پاس بچے کھچے، کٹے پھٹے اور کسی رحم دل فرد یا کسی خدا ترس ادارے کی طرف سے ملے ہوئے کچھ پہناوے موجود ہیں۔ یقیناً یہ پہناوے بھی ہر کسی کی قسمت میں نہیں ہیں۔ ان کی ہر جگہ پر رسائی بھی ناممکن ہے کہ اسرائیلی فوج تو غزہ میں پانی اور کھانے کی اشیاء، ادویہ، بچوں کے لیے دودھ اور معذور افراد کے لیے لاٹھی، واکر اور وہیل چیئر کا سہارا لے جانے کی بھی اجازت نہیں دیتی۔ کپڑوں اور پہناووں کا معاملہ تو بہت مشکل ہے کہ وہ اس پر راضی ہو جائے۔

اسرائیل کو خوف ہے کہ اگر اس کی ناکہ بندیوں کا خاتمہ ہونے کے بعد لوگ غزہ کے اندر تک جانے لگیں گے تو اسرائیل پوری طرح عریاں ہو کر دنیا کے سامنے آ جائے گا۔ اگرچہ اس وقت بھی اسرائیل ایک ننگِ انسانیت اور ننگِ عالم صہیونی ریاست کے طور پر دنیا میں موجود ہے، اس کی اخلاقیات اور اقدار انسانی معاشرے سے زیادہ وحشی معاشرے سے تعلق رکھتی ہیں۔ جن کا اظہار اسرائیل نے غزہ کی جنگ میں انتہائی حد تک کر دکھایا ہے بلکہ ابھی تک کیے جا رہا ہے۔

اسرائیلی فوج کی موجودگی میں اہل غزہ کو سردیوں کے گرم کپڑوں کی رسائی کیسے ہو گی، کون سے ادارے اس چیلنج کو

اپنے ہاں اہم قرار دیتے ہوئے پورا کرنے کے لیے ہر سطح تک جائیں گے، اپنی جان لڑائیں گے، اپنا مال لگائیں گے۔ تاکہ غزہ کے معصوم اور شیر خوار بچوں سے لے کر بھولی بھالی عمر کے ننھے پھولوں اور بڑی عمر کے بوڑھوں اور بیماروں تک سردی کی شدتوں میں گرم کپڑوں کی رسائی ممکن بناسکیں۔ یقیناً مجھے، آپ کو اور ہم سب کو جیسے سردیوں میں گرم کپڑوں کے ساتھ ساتھ کمبلوں، رضائیوں اور گدوں کی ضرورت سے انکار ممکن نہیں ہے، فلسطینی بھی ہماری طرح کے ہی انسان ہیں مگر وہ اس وقت سب چیزوں سے محروم نظر آتے ہیں اور وہ بھی گھروں اور چھتوں کے نیچے نہیں کٹے پھٹے خیموں کے نیچے ہیں۔ جو روٹی کپڑا اور مکان نام کی ہر چیز سے محروم کردیے گئے ہیں۔

سردی کے اس موسم کی آمد سے پہلے ہی غزہ کا موسم سرما اب غزہ کے لوگوں کے لیے ایک ڈراؤنے خواب کی طرح بار بار سامنے آرہا ہے۔ جیسا کہ پچھلے دنوں خزاں کی آمد کے ساتھ ہی ہونے والی بارش نے ان سب کے لیے خطرے کی گھنٹی بجادی اور اندازہ ہوا کہ بے گھری کی بے رحم سردی اپنے عروج کے دنوں میں کیسی خوفناک ہوسکتی ہے۔

ایسے میں کٹے پھٹے خیمے، جوتوں اور جرابوں سے محروم فلسطینی بچوں کے لیے اور بھی خطرناک کا پیغام ہے کہ اونی سویٹر، جرسیاں، جیکیٹیں تو بس ایک خواب ہی ہو سکتے ہیں جو اس وقت غزہ کے لوگ تصور کرنے سے بھی عملاً محروم ہو گئے ہیں۔ انہیں تو یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ ان کے کٹے پھٹے خیموں کی سردیوں کی آمد سے پہلے مرمت بھی ہوسکے گی یا نہیں۔

مرکز اطلاعات فلسطین کی ایک حالیہ رپورٹ کے مطابق مختلف قسم کے خیموں، tarps کی قیمت 400 سے 600 اسرائیلی شیکل کے برابر ہے۔ جبکہ نائیلون کی بنی چادریں جن سے خیموں کا کام لیا جاسکتا ہے کی قیمت 10 سے 30 شیکل فی میٹر کے لگ بھگ ہوسکتی ہے۔ اس وقت غزہ کے لیے ملنے والی اشیاء اس کے گردوپیش میں بسنے والے ملکوں نے خوب مہنگی کررکھی ہیں۔

غزہ کے علاوہ رفح میں بھی موسم سرما کی آمد ایک نئے خوفناک حملے اور نئی ہلاکت خیز واردات کے طور پر دیکھی جا رہی ہے۔ رفح کے رہنے والے ابو محمد اس وقت کپڑے اور نائیلون کی مشترکہ بنت سے بنی 20 مربع میٹر کی ایک خیمہ نما چادر میں رہتے ہیں۔ وہ دیر البلح کے بازار میں گھومتے ہوئے اپنے خیمے کی مرمت کی خواہش لیے مارے مارے پھر رہے ہیں۔ تاکہ بارشوں اور تیز ہواؤں کو سردی کے اس موسم میں روکنے کے لیے پہلے سے تیاری کرلیں۔

ان کا کہنا ہے کہ جو بھی خیمہ ٹھیک کرنے یا بنانے کی یا مرمت کرنے کی کوشش کررہا ہے، اسے اس کام کے لیے بھی قرض کی ضرورت ہے۔

ابو محمد غزہ پر اسرائیلی جنگ سے پہلے مزدوری کا کام کرتے تھے۔ لیکن اس سے ہونے والی آمدنی اتنی نہیں ہوتی تھی جس سے اچھی گزر بسر ہوسکے اور اب یہ وقت ہے کہ انہیں اسرائیلی ناکہ بندیوں کے نتیجے میں ملنے والی بہت ہی کم امداد سے گزر بسر کرنی ہے۔

ام منال کے لیے بھی مشکل صورتحال ہے۔ رفح میں اسرائیلی کارروائیوں کے نتیجے میں پیاروں کی ہلاکت اور بچ جانے والوں کے ساتھ محفوظ پناہ کی تلاش میں ہیں۔ ام منال کے والد، شوہر اور پانچ بچے النصیرات پر ہونے والی اسرائیلی بمباری میں ہلاک ہوچکے ہیں۔

ام منال اسرائیلی بمباری سے بچنے کے لیے پہلے الزویدہ قصبے کی طرف پناہ کی تلاش میں گئیں۔ انہوں نے موسم گرما کھلے آسمان تلے گزارا ہے۔ لیکن موسم سرما اس طرح گزارنا کسی صورت بھی ممکن نہیں ہے۔

انہوں نے بتایا 'اسرائیلی بمباری سے ہلاک ہونے والے میرے شوہر یومیہ اجرت پر کام کرتے تھے۔ ان کے بعد کوئی نہیں ہے جو ہمیں کھانے کو کچھ لا کر دے سکے۔ ہم 'سوپ کچن' سے ملنے والی امداد پر مشکل سے گزارا کررہے ہیں۔ ہمیں نہیں معلوم ہے کہ سردیوں کی راتوں اور بارش سے بچنے کے لیے چھوٹا سا خیمہ بھی کیسے بنائیں۔

ام منال نے بتایا 'کچھ دن پہلے بارشوں سے سارا سامان بہہ گیا اور بارش ختم ہونے تک ایک ایسے خیمے تک جانا پڑا جس میں بے شمار لوگ تھے۔ کہ کوئی کیسے کسی اور جگہ جا کر ٹکتا کہ کسی کے پاس جگہ ہی نہیں تھی۔'

چھوٹا سا خیمہ بنانے کے لیے ام منال نے امدادی تنظیموں کا رخ بھی کیا ہے۔ لیکن ان تنظیموں کو صرف tarps لانے کی اجازت دی گئی ہے۔ ان کا کہنا تھا وہ مشکلات برداشت کرسکتی ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ موسم سرما کی بارش اور ٹھنڈ انہیں یہ مہلت بھی دے گی یا نہیں۔

غزہ کے سرکاری میڈیا نے بتایا ہے کہ بے گھر افراد کے لیے 135000 خیموں میں سے 100000 ناقابل استعمال ہوچکے ہیں۔ ایک سال سے استعمال ہونے والے نائیلون اور کپڑے سے بنے یہ خیمے اب مزید استعمال کے قابل نہیں رہے ہیں اور اسرائیلی فوج نے غزہ میں نئے خیموں کے داخلے پر پابندی لگا رکھی ہے۔ جس سے صورتحال مزید خرابی کی طرف جارہی ہے۔

انسانی بنیادوں پر 'جی ایم او' کی طرف سے اپیل کی گئی ہے کہ موسم سرما شروع ہونے اور خیموں کے گرنے سے پہلے غزہ کے بے گھر فلسطینیوں کے لیے خیموں کا بندوبست کیا جائے۔ علاوہ ازیں غزہ میں 543 پناہ گاہوں کی نشاندہی بھی کی گئی ہے جس میں اسرائیلی بمباری سے بے گھر ہونے والے فلسطینی پناہ کے لیے موجود ہیں اور یہ پناہ گزین کیمپ کھچا کھچ بھرے ہوئے ہیں۔

جی ایم او نے بین الاقوامی اداروں سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ اپنی خاموشی توڑیں اور بے گھر فلسطینیوں کو امداد فراہم کریں۔ یہ بے گھر فلسطینی بار بار نقل مکانی پر مجبور ہوچکے ہیں اور سردی کے موسم میں انہیں کسی مناسب پناہ گاہ کی اشد ضرورت ہے۔

اقوام متحدہ کے ادارے 'انروا' نے بھی غزہ میں موسم سرما کے حوالے سے درپیش چیلنجوں پر روشنی ڈالی ہے۔ 'انروا' نے بتایا کہ امدادی تنظیمیں بنیادی ضرورت کا سامان لانے کے لیے جدوجہد کررہی ہیں۔ 'موسم سرما میں سامان کی فراہمی کے لیے ہر ممکن کوشش کی جارہی ہے۔ جس میں پلاسٹک کی چادریں، خیمے، گدے، چٹائیاں، کمبل اور حفظان صحت سے متعلق کٹس شامل ہیں۔'

'انروا' نے مطالبہ کیا ہے کہ پناہ گاہوں پر اسرائیلی کارروائیوں کا سلسلہ ختم کرایا جائے۔ نیز انسانی بنیادوں پر سامان کی فراہمی کی اجازت دینے کے ساتھ ساتھ سرحدی گزرگاہوں کو بھی کھولا جائے۔ 'انروا' نے جنگ بندی کی اہمیت پر بھی زور دیا ہے تاکہ حفاظت کے ساتھ زندگیوں کو نئے سرے سے شروع کیا جاسکے۔

یہ محض اعداد وشمار ہیں اور بس۔۔۔انٹونی بلنکن

تجزیہ: ابوالعین

یہ محض اعداد وشمار نہیں۔۔۔یہ جانور نہیں، انسان ہیں

’’یہ محض اعداد وشمار ہیں اور۔۔۔بس‘‘

’’لیکن سر! یہ انسان تھے، اسرائیل قاتل ہے؟‘‘

’’وہ خدا کے منتخب لوگ ہیں، وہ قاتل نہیں!‘‘

سر! قاتل کس طرح منتخب لوگ ہو سکتے ہیں؟‘‘

’’یہ صرف اعداد وشمار ہیں، صرف اعداد وشمار!‘‘

’’گویا انہیں زندہ رہنے کا بھی حق نہیں؟‘‘

یہ وہ مکالمہ ہے جو امریکی وزیر خارجہ اور غزہ قتل عام کے چیف آرکی ٹیکٹ انتونی بلنکن اور ایک شہری کے درمیان اس وقت ہوا جب وہ جہاز کی لابی سے نکل رہے تھے۔ یہ ایک نوجوان شہری تھا، کوئی صحافی یا اخبار نویس بھی نہیں تھا۔

امریکی میڈیا نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

’’محض اعداد وشمار غزہ میں شہری زندگیوں پر گزرنے والی ابتلاء بیان نہیں کر سکتے۔ آپ آسانی سے مقدار اور تعداد تو بیان کر سکتے ہیں لیکن اس درد کی کیفیت کون بیان کر سکتا ہے جو نوجوانوں، بوڑھوں، بچوں، عورتوں، غرض کہ بے شمار داستانوں کی صورت غزہ کے کوچہ و بازار میں بکھری پڑی ہیں۔‘‘

ایک رپورٹ میں ’’اعداد وشمار‘‘ کے بارے میں کیری کٹلر نے لکھا:

’’جب آپ کہتے ہیں کہ اعداد وشمار ہر شے کو ماپ سکتے ہیں لیکن آپ خود بھی جانتے ہیں کہ ہر شے ان سے بیان نہیں کی جا سکتی۔ اس طرح تو آپ یہ کرتے ہیں کہ ایک پہلے سے طے شدہ فریم ورک کے آغاز وانجام کے درمیان کیا سما سکتا ہے، صرف وہی بیان کر سکتے ہیں۔‘‘

جب غزہ کے بارے تبصرے اور تجزیے کیے جاتے ہیں تو ہٹلر کی روح بھی شرما جاتی ہوگی۔ تب کسی انتونی، کسنجر، مارشل نے نہیں کہا تھا کہ وہ محض اعداد وشمار تھے۔ جب یہودی مارے جائیں تو کوئی نہیں کہتا کہ یہ اعداد وشمار تھے۔ تب کہا جاتا ہے کہ وہ ’’ہولوکاسٹ‘‘ تھا۔ دنیا میں آج کسی کو یہ جرأت اظہار بھی نہیں کہ ہولوکاسٹ محض جھوٹ تھا، سراب اور فراڈ تھا۔ آج تو تباہی کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ ہولوکاسٹ تو محض ایک مختصر سا کھیل دکھائی دیتا ہے اور بس!

ظاہر ہے کہ کسی ماں کے لیے جذبات کی داستان کو زبان

کون دے گا، محلوں، گلیوں اور آبادیوں کے تباہ حال مناظر میں فلسطین کا قصہ پاک کرنے کا نیتن یاہو اور جو بائیڈن کا منصوبہ تو جا بجا ہے، ہر سُو اور ہر قریہ ہے۔ یہ سب دہشت گرد تھے، کیوں کہ یہ اپنے گھروں کو واپسی کا حق مانگتے تھے، اس لیے دہشت گرد کہلائے۔ یہ مشرقی تیمور کے لوگ تھے جنہیں استصواب رائے کا حق دیا گیا اور انڈونیشیا کو توڑ دیا گیا۔ ''مظلوم'' تو جنوبی سوڈان کے لوگ تھے جن کے لیے سوڈان کو اس لیے توڑ دیا گیا کیوں کہ جنوب میں سونے کی کانیں تھیں۔ یہ حق فلسطینی مانگے، کشمیری مانگے تو دہشت گرد، یہ حق مورو کے لوگ طلب کریں تو قوم پرستی کے عنوان سے دہشت گرد۔ یہ وہاں اعداد و شمار ہی ہیں، انسان نہیں ہیں۔

فلسطین کے لوگ کسی بھی نمبر میں کیوں نہ ہوں، وہ دہشت گرد ہی کہلائیں گے۔ عالم اسلام یہ بات کرنے کی ہمت کہاں سے لائے کہ یہ اپنا حق مانگتے ہیں۔ Intercept نے ایک جائزے میں اس ''جرأت'' کی جرأت کرنے والوں کی کہانی لکھی ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ نہتے شہروں اور شہریوں پر بے پناہ بارود کی بارش کرنے والے دہشت گرد نہیں ہیں۔ اس جائزے کے آغاز میں بتایا گیا ہے کہ 7 اکتوبر 2023ء کی شب اباسان الکبیرہ کے گاؤں کے ایک گھر پر حملہ کیا گیا۔ یہ غزہ کی پٹی کے مشہور علاقے خان یونس کا گھر تھا۔ اس حملے میں 18 افراد شہید کر دیئے گئے۔ ان میں 5 بچے تھے اور چار خواتین تھیں۔ 11 سالہ طلا ابو دقہ زخمی ہوا۔ اسی علاقے کے مزید 150 افراد شدید زخمی ہوئے۔ الخادی ٹی وی چینل نے یہ خبر نشر کی۔

یہ پہلا حملہ تھا جس کے بعد حملوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ ان حملوں میں 23 لاکھ کی پوری آبادی تباہی سے دوچار کر دی گئی۔ 20 لاکھ سے زیادہ بے گھر کر دیئے گئے۔ ایک لاکھ سے زیادہ زخمی کر دیے گئے۔ پہلے حملے میں پانچ عمارتیں تباہ کر دی گئیں۔ پھر تباہی کا سلسلہ چلا اور اعداد و شمار بھی عاجز آ گئے۔

ان حملوں کے اعداد و شمار میڈیا پر موجود ہیں۔ ان نمبرز کو بھی شمار دیا گیا۔ عمارتوں کے ملبے تلے دب جانے والے کسی گنتی میں نہیں آئے۔ ان کے بارے میں صرف یہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ غزہ کی وزارت صحت کے مطابق 10,000 انسانوں کا پتہ ہی نہیں کہ کس ملبے میں کتنے اور کون سے افراد دب گئے ہیں۔ شہید ہونے والوں کی تعداد نصف لاکھ کے قریب ہو چکی ہے۔ امریکی گروپ کے 99 ارکان کے مطابق مارے جانے والوں کی تعداد بتائی جانے والی تعداد (62,000) سے تین گنا سے بھی زیادہ ہے۔ جو بائیڈن حکومت کو ارسال کردہ ایک رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ گروپ نے اسرائیل پر اسلحہ فروخت پر پابندیاں لگانے کا مطالبہ کیا ہے۔ اس گروپ کے مطابق ایک سال میں مارے جانے والوں کی تعداد 118,908 ہے۔ یہ کم سے کم تعداد ہے۔ گروپ نے لکھا ہے کہ غزہ میں مارے جانے والوں کی تعداد اس بہت محتاط نمبر سے کہیں زیادہ ہے۔

سانحہ ہے یا المیہ، یہ مسلسل ہے اور ہر آن ہے۔ کوئی شہید ہے، کوئی زخمی ہے، کسی کے ہاتھ اور بازو، پاؤں اور ٹانگیں امریکی بموں نے اڑا دی ہیں تو کسی کے یہ اعضاء ہسپتالوں میں کاٹ دیے جاتے ہیں۔

ابھی مرنے والوں کی تعداد میں اضافہ جاری ہے۔ اس پر تحقیق کا کام جاری ہے۔ اس سے یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ اعداد و شمار صحیح تعداد سامنے لانے سے قاصر ہیں۔ اس طرح یہ تاثر بھی پھیل رہا ہے کہ درست تعداد چھپائی جا رہی ہے۔ بیماریوں سے مرنے والوں کی بھی الگ تعداد ہے، طبی سہولتوں کی کمیابی بھی بہت بڑا مسئلہ ہے۔ "The Lancet" نے اس سال جولائی میں رپورٹ کیا تھا کہ طبی سہولتوں کی عدم موجودگی، غذا کے بحران، پانی کی عدم دستیابی اور پناہ گاہوں پر حملوں نے صورت حال بہت سنگین بنا دی ہے۔ یہ اندازہ لگانا The Lan Cet کے مطابق ہرگز ناقابل تصور نہیں ہے کہ شہید ہونے والوں کی تعداد 1,86,000 یا اس سے بھی زیادہ ہو سکتی ہے۔

امریکہ، قتل و غارت کی مشین:

فلسطینی شہادتوں میں اضافے اور عمارتوں کی مکمل تباہی میں امریکی اسلحہ و بارود تسلسل سے اسرائیل کو آسانی میسر ہیں۔ دوسری جنگ عظیم تین یورپی شہریوں اور شہروں کی تباہی کے بعد امریکی وزیر خارجہ جارج مارشل (1880-1959) نے ان کی بحالی اور تعمیر نو کا منصوبہ پیش کیا۔ اس کے تحت امریکہ نے یورپ کو مالی امداد فراہم کی۔ اس سے یورپ نے امریکہ سے ہی تعمیر نو کا سامان خریدا، خدمات لیں۔ اس طرح امریکی سرمایہ واپس آیا، صنعت وزراعت، فوجی و تکنیکی بحالی ہوئی۔

فلسطینیوں کے پہلے نکبہ یعنی تباہی میں امریکہ آگے رہا۔ یہ اب ایک عظیم نکبہ ہے۔ پہلے قتل عام میں فلسطینی بے در، بے گھر اور بے زمین کر دیے گئے۔ برطانیہ، جرمنی، امریکہ اور روس شریک جرم تھے۔ موجودہ صورت حال میں امریکہ سب سے آگے ہے۔ اس کے اتحادیوں میں بالخصوص امریکہ کا ساتھ دینے والوں میں برطانیہ، کینیڈا، فرانس، جرمنی، اٹلی اور بالعموم پورا یورپ، بھارت، سری لنکا شریک ہیں۔

موجودہ قتل و غارت کا سرپرست اعلیٰ امریکی صدر جو بائیڈن، سیکرٹری آف سٹیٹ یعنی وزیر خارجہ انتونی بلنکن، سیکرٹری ڈیفنس سیاہ فام لائیڈ جے آسٹن، اسرائیلی وزیر اعظم بنجمن نیتن یاہو شامل ہیں۔ فرانسیسی صدر ایمانویل میکرون اور کینیڈین صدر جسٹن ٹروڈو کا خصوصی کردار ہے۔ ان سب کا سابقہ نہتے اہل غزہ سے پڑا ہے۔ ان سب نے ایک نہتے غزہ کو دہشت گرد قرار دے رکھا ہے۔ اسرائیل ان کا اڈا ہے اور یہ سب وہاں بحری بیڑے اور جنگی طیارے بھیجتے ہیں۔

ایک معاہدے کے تحت اسرائیل نے اعلان کیا کہ امریکہ نے فوجی امداد کے لیے 8 ارب 70 کروڑ ڈالر دیے

ہیں۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ اسی امداد سے امریکی اسلحہ ساز فیکٹریاں دھڑا دھڑ اسلحے کے انبار لگا رہی ہیں۔ ان میں کام کرنے والے ورکرز خون آلود نوکریاں کر رہے ہیں۔ اگست میں امریکہ اور اسرائیل کے مابین اسلحہ و گولہ بارود کے پانچ معاہدے ہوئے۔ ان میں 50 ایف 15 طیارے، ائرکرافٹ، ٹینکوں کا اسلحہ، فوجی گاڑیاں، فضا سے فضا میں مار کرنے والے میزائل، جب کہ فضا میں مقابلہ کرنے والا کوئی نہیں، ممکنہ طور پر شام، لبنان اور ایران کے خلاف استعمال ہوں گے، مارٹر گولے 50 ہزار کی تعداد میں اور دیگر سامان شامل تھا۔ ان کی خرید کے لیے اسرائیل کو مزید 20 ارب ڈالر دیئے گئے۔ یہ بظاہر ''ترسیل''، تھی لیکن ان کی قیمت امریکہ نے ہی فراہم کی۔ اس رقم کی زیادہ تر منظوری امریکی کانگریس نے دی۔

جو بائیڈن کے الفاظ تھے: ''کوئی غلطی میں نہ رہے، امریکہ کی مکمل، مکمل اور مکمل حمایت اسرائیل کو حاصل ہے۔ ان سب کو معلوم تھا اور ہے کہ اسرائیل یہ اسلحہ و بارود غزہ میں استعمال کر رہا ہے۔

اس سے پہلے امریکہ نے ہزاروں بم فراہم کیے۔ انھی بموں نے بڑی بے دردی سے بچوں کے نرم اعضاء فضاؤں میں بکھیرے، بے شمار ماؤں کو اپنے بچوں سے جدا کیا۔ نہ جانے کتنے باپ شہیدوں میں شامل کیے۔

ایک ادارے (Centre for Civilions in Conflict -CIVIC) کے جان ریمنگ چیپل نے لکھا: اسرائیلی فوجی حملوں میں امریکی تیار شدہ اسلحہ استعمال ہو رہا ہے۔ اس اسلحے نے بے شمار گھروں کو نائن زیرو میں بدل دیا۔ سکولوں کو تباہ کر دیا، ہسپتال برباد کر دیے۔ ان سے غزہ کو ایسی جگہ میں تبدیل کر دیا جہاں مرا تو جا سکتا ہے، رہا نہیں جا سکتا۔

کٹے پھٹے اعضاء، تباہ حال ہسپتال:

غزہ میں چند باتیں ہر ایک کے ساتھ مشترک ہیں۔ کسی کو یہ نہیں علم کہ ابھی وہ اپنے گھر والوں، محلے داروں، بچوں، عورتوں، بوڑھوں اور جوانوں کو اپنے بازوؤں میں لے کر ان برائے نام ہسپتالوں میں لا رہا ہے اور اگلے ہی لمحے خود کسی کے بازوؤں پر لایا جائے گا۔ یہ سانحہ ہے یا المیہ، یہ مسلسل ہے اور ہر آن ہے۔ کوئی شہید ہے، کوئی زخمی ہے، کسی کے ہاتھ اور بازو، پاؤں اور ٹانگیں امریکی بموں نے اڑا دی ہیں تو کسی کے یہ اعضاء ہسپتالوں میں کاٹ دیے جاتے ہیں۔ بہت سے بچوں اور جوانوں کی زبانیں تلاوتِ قرآن کر رہی ہوتی ہیں تو کوئی آسمان کی طرف شہادت کی انگلی اٹھائے کہہ رہا ہوتا ہے: ''آ جاؤ، آگے جنت اپنے باغوں کے ساتھ وہاں سامنے ہے، تم بھی آ جاؤ۔ جو میں دیکھ رہا ہوں، تم کیوں نہیں دیکھ رہے۔''

ان زخمیوں کو ایسے درد اور زخم ملے ہیں جو زندگی بھر ساتھ رہیں گے، کبھی ان سے جدا نہیں ہوں گے۔ عالمی ادارہ صحت کی اب تک کی گنتی کہتی ہے کہ 17,550 زخمیوں کی

بہت سے بچوں اور جوانوں کی زبانیں تلاوتِ قرآن کر رہی ہوتی ہیں تو کوئی آسمان کی طرف شہادت کی انگلی اٹھائے کہہ رہا ہوتا ہے: ''آ جاؤ، آگے جنت اپنے باغوں کے ساتھ وہاں سامنے ہے، تم بھی آ جاؤ۔ جو میں دیکھ رہا ہوں، تم کیوں نہیں دیکھ رہے۔''

ٹانگیں یا ہاتھ نہیں ہیں، 3105 کی ٹانگیں بے ہوش کیے بغیر کاٹ دی گئی ہیں، 4050 کے بازو کاٹ دیے گئے ہیں۔ 2000 افراد کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے، ہزاروں کے دماغ یا ابل آئے یا انہیں شدید زخم آئے ہیں۔ یہ عالمی ادارہ صحت کہہ رہا ہے، کوئی غزہ کی وزارت نہیں کہہ رہی کہ غلط اعداد و شمار دے رہی ہو۔ یہ بھی اعداد و شمار ہی ہیں اور یہ زندہ لوگ ہیں، حسبی اللہ نعم الوکیل کا ورد زبان پر ہے، آہیں اور سسکیاں چیخوں میں تبدیل ہوتی ہیں اور دم توڑ دیتی ہیں۔ اب تک ان زخمیوں میں سے 41 فیصد یعنی 14,450 میں سے 5,968 زخمیوں نے کہا ہے کہ خدارا انہیں غزہ سے باہر جانے دیا جائے۔ ان کی درخواستیں منظور کر لی گئی ہیں۔

سینکڑوں فلسطینی ڈاکٹر بھی قیدی:

غزہ میں صحت کے نظام کو گزشتہ دو عشروں میں صہیونی قبضے اور 17 برسوں سے زیادہ کی ناکہ بندی اور محاصرے نے تباہ کر دیا تھا۔ صہیونی فوج کے گزشتہ ایک سال کے مسلسل حملوں نے تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔ یہ بربادی کی ناقابل بیان داستان ہے جو گزشتہ اکتوبر سے رقم کی جا رہی ہے۔ اس دوران میں صحت کی سہولتوں پر 492 حملے کیے گئے۔ طیاروں نے میزائل پھینکے، ٹینکوں سے بمباری کی گئی۔ قابض فوج نے ہسپتالوں میں شدید نوعیت کی فائرنگ کی۔ ان حملوں میں تقریباً 750 افراد زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ غزہ کے ہر ہسپتال میں تباہی نے قدم جمائے۔ اب تقریباً 17 ہسپتال میں کسی حد تک علاج و معالجہ ہو رہا ہے جبکہ 36 ہسپتال مکمل تباہ کر دیے گئے ہیں۔

غزہ میں جس نوعیت کی تباہی ہسپتالوں پر مسلط کی گئی ہے وہ دوسری جنگ عظیم سے اب تک کہیں بھی مسلط نہیں کی گئی ہے۔ صرف یہ جان کر ہی انسانی حواس مختل ہو جاتے ہیں کہ ہسپتالوں پر ایک ماہ میں اوسطاً 73 بار حملے کیے گئے ہیں۔ ایک ادارہ Save The Children نے یہ اعداد و شمار جاری کیے ہیں۔ یوکرائن میں 2018ء میں ہر مہینے حملوں کی تعداد 67 رہی تھی۔ جمہوریہ کانگو میں فی مہینہ حملوں کی اوسط 11 رہی تھی۔

فلسطین کے ادارہ شماریات کے مطابق 3,50,000 افراد نے ہسپتالوں کا رخ کیا۔ ان میں 225,000 نے بلڈ پریشر، 71,000 نے ذیابیطس، 45,000 نے امراض قلب کی شکایت کی۔ سرطان اور گردوں کے فیل ہونے کے اراض میں آنے والوں کی تعداد الگ اور زخمیوں کی تعداد اس سے بھی سوا تھی۔ سینکڑوں ڈاکٹر گرفتار ہوئے اور اب بھی صہیونی حراستی مراکز اور جیلوں میں اذیت ناک حالات سے دوچار ہیں۔

انسان کی بنائی دوزخ:

غزہ کے لگ بھگ ہر فرد نے براہ راست اس درد کا ذاتی

حیثیت میں تجربہ پایا ہے اور اس کی کہیں اور ایسی مثال نہیں ملتی کہ تشدد بھی جا بہ جا ہے، بے گھر ہونا بھی مستقل مسئلہ ہے، خاندان کے افراد بھی چھن رہے اور دوست بھی جدا ہو رہے ہیں، گھروں سے محرومی ہے کہ مسلسل ہے، مال و اسباب لٹ رہے ہیں اور وہ بھی ایسے کہ۔

یاں اسباب لٹا راہ میں ہر سفری کا

اس کا ذکر ہر رپورٹ کی طرح ACAPS کی رپورٹ میں بھی ہے۔ اس جنگ کے آغاز سے پہلے بھی غزہ کے 8 لاکھ بچوں کی دماغی صحت سوالیہ نشان تھی۔ یہ تعداد غزہ کے سب بچوں کا 75 فیصدی یعنی ہر چار میں سے تین بچوں کا معاملہ تھی۔ انہیں نفسیاتی سپورٹ کی ضرورت تھی۔ غزہ کی جنگ نے ان بچوں کو نفسیاتی طور پر دنیا کے سامنے یوں نمایاں کر دیا کہ اب ان کے داخلی زخم چھپائے نہیں چھپتے۔ یونیسف کے اندازے بتا رہے ہیں کہ دس لاکھ سے زیادہ بچے اب نفسیاتی امداد کے منتظر ہیں گویا غزہ کا ہر بچہ اب کسی مسیحا کا منتظر ہے۔

شہر در شہر ملبے کے ڈھیر ہیں:

جارج بش کے ساتھ نائن الیون کے بعد سیکرٹری آف ڈیفنس نے پاکستان کے جنرل پرویز مشرف کو پیغام دیا تھا کہ فیصلہ کر لیں کہ:

with us or against us

تو ہمارے بہادر جرنیل نے جواب دیا کہ:

(Sir, how can we be against you)

وجہ یہ تھی کہ ہمارے خلاف جاؤ گے تو پاکستان کو پتھر کے زمانے میں بھیج دیں گے۔ آج غزہ کو اسی اتحادی بلاک نے امریکی قیادت میں بنجمن نیتن یاہو کے ذریعے پتھروں کا ملبہ بنا دیا ہے۔ سال بھر سے بم برسائے جا رہے ہیں، بلڈوزر استعمال کیے جا رہے ہیں، عمارتوں کو ملبے میں تبدیل کیا جا رہا ہے۔ زمینی حملوں نے اہل غزہ کو گھروں سے بے گھر اور بے در کر دیا ہے۔ ہر دس میں سے نو اہل خانہ گویا 20 لاکھ میں سے 19 لاکھ گھر والے اپنے گھروں سے نکال دیے گئے ہیں۔ انہیں شمال سے جنوب اور پھر جنوب سے شمال دس دس چکر لگوائے گئے ہیں، ابھی یہ سلسلہ جاری ہے، ظالم کی رسی دراز ہے اور اس انتظار میں ساری خلقت ہے کہ:

اِنَّ بَطْشَ رَبِّکَ لَشَدِیْدٌ (البروج)

بے شک تیرے رب کی پکڑ بہت سخت ہے

یہ اعداد و شمار اقوام متحدہ نے جاری کیے ہیں۔ غزہ کی باقیات کے 86 فیصد کو اسرائیلی قابض فوج حکم جاری کر رہی ہے کہ اب ادھر چلے جاؤ، پھر ادھر چلے جاؤ۔ ان میں سے 13 لاکھ کو ہنگامی پناہ کی تلاش ہے، اشیائے ضروریہ درکار ہیں۔ ہنگامی پناہ گاہوں میں ضرورت سے زیادہ متلاشیان امن و پناہ موجود ہیں۔ ان پر بھی میزائل برسائے جا رہے ہیں، پناہ کے مراکز میں بھی پناہ نہیں ہے۔

یہ موازنہ ممکن ہی نہیں ہے کہ گزشتہ سو سالوں میں جس قدر ایک سال میں غزہ میں تباہی ہوئی، ویسی دوسرے شہروں میں کہاں ہوئی ہے۔ غزہ بہت بڑی آبادی تھی جس میں

مختصر جگہ پر 23 لاکھ سے زیادہ انسان رہ رہے تھے۔ انہیں نیتن یاہو نے اس جنگ کے شروع کرتے ہوئے انسانی جانور قرار دیا تھا۔ ویسی تباہی جرمن شہر ڈریس ڈن میں 1945ء میں یا جنوبی ویت نام کے گوونگ ٹری میں 1968ء میں یا حال ہی میں 2022ء میں یوکرائن کے شہر ماریو پول میں بھی نہیں ہوئی۔ گنجان آباد علاقوں میں متاثرہ لوگ سول تھے اور ان کے اوپر بمباری کے اثرات مدتوں انہیں یاد آتے رہیں گے۔ یہ بات CIVIC کے چیپل نے کہی اور قرار دیا کہ ''غزہ کے فلسطینی شہریوں پر ایک سال میں مسلسل بمباری کی گئی، اسے انسانی تصور برداشت ہی نہیں کر سکتا۔ یہ نقصان بے پناہ ہے۔ غزہ کے شہریوں کے لیے ممکن ہی نہیں رہا کہ وہ کہیں بھی خود کو محفوظ تصور کر سکیں۔''

مسلسل اسرائیلی قابض فوج کے حملوں نے جو کچھ اور جس پیمانے پر تباہ کیا، وہ کہیں بھی نہیں ہوا۔ غزہ میں کم از کم 128,187 گھر اور عمارتیں تباہ کر دی گئیں یا وہ رہائش کے قابل ہی نہ رہ سکیں۔ ستمبر کی اقوام متحدہ کی مواصلاتی تجزیاتی رپورٹ نے اس کی تفصیلات جاری کی ہیں۔ ان عمارتوں کے علاوہ 35,591 عمارتوں کو شدید نقصان پہنچا۔ اس طرح 66 فیصد غزہ مکمل تباہ کر دیا گیا (اور یہ تباہی تا حال پوری شدت سے جاری ہے۔) ایک اندازے کے مطابق غزہ میں 228,000 گھر مکمل تباہ کر دیئے گئے۔

ان حملوں سے عمارتوں کا ملبہ ہی 84 ارب پاؤنڈز پر مشتمل ہے۔ یہ جہنم جا بہ جا ہے اور چھوٹے سے غزہ میں ہے۔ اس مالی نقصان کا اندازہ اقوام متحدہ نے 70 کروڑ ڈالر لگایا ہے۔ اسے دوبارہ تعمیر کرنے میں کم از کم 15 سال درکار ہوں گے۔ اس ملبے کو ہٹانے پر اٹھنے والے اخراجات سے الگ دوبارہ تعمیر کرنے کے لیے 180 ارب ڈالر کی خطیر رقم درکار ہوگی۔ رینڈ کارپوریشن کے ڈینیل ایگل کا کہنا ہے کہ نقصانات کا درست تخمینہ لگایا ہی نہیں جا سکتا۔ یہ ادارہ کیلی فورنیا کا تھنک ٹینک ہے اور امریکی ملٹری کے منصوبوں پر کام کرتا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ آپ ایک عمارت دوبارہ تعمیر کر سکتے ہیں لیکن دس لاکھ بچوں کی زندگیاں کس طرح بحال کریں گے۔

غزہ کے لاکھوں فلسطینی شہری آج بھوک سے نڈھال ہیں۔ 21 لاکھ نفوس پر مشتمل پوری آبادی کو غذائی عدم تحفظ کا سامنا ہے۔ ان میں بھی دو طرح کے سنگین حالات کا سامنا کون کرے گا اور کس طرح کرے گا؟

7,45,000 انسانی زندگیوں کو ''ہنگامی اور فوری'' امداد اور مزید 4,95,000 انسانوں کی کیفیت کو ''تباہ کن'' قرار دیا گیا ہے۔

یہ ہے اعداد و شمار کی کہانی، جسے ''ٹونی'' نے یہ کہہ کے نظر انداز کر دیا کہ ''یہ محض اعداد و شمار ہیں اور بس۔''

ایک ٹونی بلیئر تھا جس نے عراق تباہ کر دیا اور وہ کولن پاؤل، ڈونلڈ رمزفیلڈ نامی امریکیوں کے ساتھ اعداد و شمار سے کھیل رہا تھا۔ اور ایک یہ ''انٹونی بلنکن'' ہے جس نے غزہ کے لوگوں کی کھوپڑیوں کو اس طرح اڑایا ہے کہ جو بائیڈن ذہنی مریض قرار دے کر آئندہ کے لیے امریکی صدارت کے لیے نا اہل قرار پایا ہے۔

صہیونی نازی گردی کو شہریوں کے قتل کا حق؟
نازی جرمنی کا اینالینا کے ذریعے دوسرا جنم ہو گیا

تجزیہ / انجم الحسن عارف

عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ جس قدر 'ہولوکاسٹ' کو ایک 'ٹیبو' بنا دیا گیا ہے کہ اس پر سوال اور اعتراض نہیں کیا جاسکتا، اسے چیلنج نہیں کیا جاسکتا۔ اس کا مطلب یہ بھی ہوگا کہ مبینہ 'ہولوکاسٹ' کے تخلیق کار نازیوں کا دور لد چکا ہو گا۔ لیکن جرمنی کی انتہائی معقول سمجھ بوجھ رکھنے کا تاثر رکھنے والی وزیر خارجہ اینالینا بیئربوک نے اس مثبت امید اور خوشگوار تصور پر ایک افسوسناک نازی حملہ کر دیا ہے۔

اینالینا فرماتی ہیں ''اسرائیل غزہ میں شہریوں (فلسطینیوں) کا قتل کرسکتا ہے'' مگر حقیقت یہ ہے کہ اسرائیل کا حق دفاع انتہائی قابل اعتراض دعویٰ اور بیانیہ ہے۔ تاہم یہ اس لیے قابل اعتراض نہیں کہ اسے مغرب نے گھڑا ہے، اس لیے مشرق سے اس کی ضرور مخالفت کی جائے۔ ہرگز ایسا نہیں ہے۔ ایسا اختلاف برائے اختلاف کسی صورت بھی سنجیدہ، پائیدار اور معیاری طرز فکر کا آئینہ دار نہیں ہو سکتے۔ بلکہ سراسر تعصب کا اظہار ہوگا۔ وہی تعصب جو نفرت کی سب سے بڑی بنیاد اور تباہی کا زینہ بنتا ہے۔

اس اختلاف کی وجہ انسانی ہے۔ مغرب کی رٹی رٹائی اصطلاح 'انسانی بنیادوں' کا حوالہ بھی دیا جاسکتا ہے کہ یہ اختلاف انھی انسانی بنیادوں کے سبب ہے کہ مغرب کی خواتین اور مرد حضرات جو اپنے اپنے ملکوں میں سیاست و قیادت کے منصب پر فائز ہیں۔ بہ ظاہر بڑی سادگی سے اس بیانیے کو فروخت کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں کہ یہ اسرائیل کا حق دفاع ہے۔ بغیر سوچے سمجھے اور پس منظر کو عدل و دانش سے الگ رکھتے ہوئے یہ بات سنی اور سمجھی جائے تو دل کو لگتی ہے۔ بلکہ کئی بے چارگان عقل تو یہ تک کہتے ہیں کہ یہ بات تو دل کو لگتی ہے کہ اپنے دفاع کا حق تو ہر ایک کو ہے، اسرائیل کو کیوں نہیں۔

مگر معاملہ سادہ نہیں مغرب نے امریکی قیادت میں اسی اصطلاح کی بنیاد پر دوسری جنگ عظیم کے بعد بھی کروڑوں نہیں تو لاکھوں انسانوں کو ضرور اب تک لقمہ اجل بنا دیا ہے۔ دنیا کے شرق و غرب اور شمال و جنوب میں لڑی جانے والی حالیہ بہت ساری جنگیں اسی غلط اصطلاح کے انتہائی غلط استعمال کی وجہ سے بے شمار انسانی ہلاکتوں کا ذریعہ اور بے حساب تباہی کا سبب بن چکی ہیں۔ اس لیے لازم ہے کہ اس حق دفاع کا مختصراً جائزہ ہو جائے۔ خصوصاً اسرائیلی حق دفاع کا۔

عام طور پر حق دفاع کی انفرادی مثال یہ ہوسکتی ہے کہ ایک فرد پر کسی نے ناحق حملہ کر دیا تو اس نے موقع پر ہی حملہ آور کو پچھاڑ کر اس پر گولی چلا دی۔ اس دوران وہ حملہ آور ہلاک ہو گیا۔ تو یہ عمومی سے قانون میں حق دفاع کا استعمال کہلائے گا کہ اس نے حق دفاع کا استعمال کیا۔ قانونی اصطلاح میں اسے ذاتی دفاع بھی کہا جاتا ہے۔ اگر کسی نے موقع پر اپنا دفاع کرتے ہوئے ایسا کیا تو بلاشبہ اس نے جائز حق استعمال کیا۔ اسے قانون اور معاشرت دونوں کی طرف سے موافقت و حمایت ملے گی۔

اسرائیل کے حق دفاع کے مغربی بیانیے کے جائزے کی طرف جانے سے پہلے اسی ذاتی دفاع (سیلف ڈیفنس) کو تھوڑا سا کھول لیا جائے۔ 'سیلف ڈیفنس' کا قانون میں حق اسی حملے کے موقع پر ہے۔ اس کے بعد اگر اس حملہ آور کے گھر جا کر اسے نشانہ بنایا جائے گا یا راستے میں ہدف بنایا جائے گا یا تیاری کر کے اور موجودہ دنیا میں بنائے جانے والے اتحادوں (عام طور پر مغرب و امریکہ بتاتے

ہیں) کی صورت جتھے بنا کر اس پر حملہ کیا جائے گا تو یہ 'سیلف ڈیفنس' کے زمرے میں نہیں آئے گا۔ بلکہ ایک نئے جارحانہ حملے کی شکل ہوگی۔

اس لیے جتنا بڑا جرم پہلے حملہ آور کی طرف سے کیا گیا تھا اس سے کم از کم برابر کا جرم تو یہ بھی ہوگا۔ بلکہ ممکن ہے اس سے بڑا جرم کہلائے گا۔ وجہ ایک یہ بھی ہوسکتی ہے کہ پہلے والے نے اگر کہیں اتفاقاً یا غیر ارادی حملہ کیا تھا تو دوسرے کا حملہ تو بھرپور ارادے اور منصوبے کے ساتھ ہو گا۔ یہ کیونکر ممکن ہے کہ قانون اس کو اجازت دے دے۔ انفرادی اور قومی سطح پر ایسے واقعات کو قانون ہاتھ میں لینا قرار دیا جاتا ہے۔ کوئی ملک یا ریاست، نظام اور حکومت حتیٰ کہ قانون نافذ کرنے والے ادارے بھی قانون کو ہاتھ میں لینے کی اجازت دینے کو تیار نہیں ہوتے، اسے ریاست کے اندر ریاست بنانے کا نام دیا جاتا ہے۔ اس لیے 'سیلف ڈیفنس' کا اندھا اور لمبا استعمال یا مسلسل استعمال حق دفاع سے تجاوز اور جارحیت کا ہم معنی ہوگا۔

اب اسرائیل کا حق دفاع جس کا نازیوں کے دیس کی اینا لینا بیئر بوک نے پورے نازی طمطراق سے ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ پہلے کہا اینا لینا کے بارے میں ذاتی خیالات کبھی ایسے نہیں رہے جیسا انہوں نے بے دھڑک کہہ دیا ہے۔ لیکن جس قدر بے دھڑک اور بے باکی سے انہوں نے یہ کہا ہے اس سے ان کے خاتون ہونے کے احترام کے باوجود یہ کہنا ضروری اور واجب معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے بالآخر خود کو نازیوں کے دیس کی وزیر خارجہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

اسرائیل کے لیے یہ حق دفاع کیونکر جائز نہیں ہوسکتا؟

اس کے لیے پھر ایک مقامی سطح کے قانون یعنی تعزیرات کا بھی سہارا لیا جائے گا۔ ملکوں ملکوں رائج تعزیرات کے اس قانون میں یہ بھی قرار دیا جاتا ہے کہ اگر کسی شخص نے دوسرے کے گھر پر جا کر، دوسرے کی زمین پر یا دکان، فیکٹری اور دفتر پر جا کر اس پر حملہ کیا ہو تو یہ جارحیت ہوگی اور اس دوران اگر جارحانہ حملہ آور ایک یا زیادہ جتنے بھی ہوں قتل یا زخمی بھی ہو جائیں تو پولیس کیس ان کے حق میں نہیں بنے گا۔ وجہ کہ انہوں نے اس کے گھر پر جا کر اس پر حملہ کیا۔

اسرائیل نے تو صرف فلسطینیوں کی سرزمین پر جا کر فلسطینیوں پر حملہ نہیں کیا بلکہ وہ باضابطہ طور پر فلسطینیوں کی زمین پر ناجائز قابض بھی ہے۔ اگر کسی نے اس حقیقت کو جان بوجھ کر یا بے جانے بوجھے بھلا دیا تھا تو اسے اسی سال (2024) 19 جولائی کو بین الاقوامی عدالت انصاف کی طرف سے جاری کیا گیا حکم پیش نظر رکھنا چاہیے۔ بین الاقوامی عدالت انصاف کا یہ حکم اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی درخواست پر سامنے آیا ہے۔ جس میں عدالت انصاف نے اسرائیلی قبضے کی ساری کہانی کھول کر بیان کر دی ہے اور بتا دیا ہے کہ فلسطینی سرزمین پر اسرائیلی قبضہ اور ناجائز یہودی بستیاں سب بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزی پر مبنی ہیں۔

اب اینا لینا کے ساتھ ساتھ ہر اس شہ دماغ سے پوچھنا چاہیے جس کا نازی اقوام کے خلاف عملاً کچھ لینا دینا نہیں ہے کہ کیا ایک قبضے اور قابض کے حقوق دفاع کو اولیت و فوقیت ہوگی یا جس کی زمین اور گھر پر قبضہ کیا گیا ہوگا۔ ارتقاء کی منزلیں طے کر کے اور موجودہ اپنی ایجاد کردہ مہذب دنیا کے بڑوں سے بھی یہ سوال ضرور پوچھا جانا چاہیے کہ ان کے تہذیب یافتہ ہونے کی کیا یہ شرط اول ہے کہ وہ قبضے کے ساتھ کھڑے ہوں گے۔ اس کی پیٹھ تھپکیں گے۔ اس کے ساتھ کندھے سے کندھا ملائیں گے۔ اس کو اسلحہ، ہتھیار اور گولہ بارود دیں گے اور اس کو مظلوم ظاہر کریں گے یا ان کی آزادی پسندی، حقوق پسندی اور انصاف پسندی کے بیانیے میں کسی مظلوم اور قتل کیے گئے کے ساتھ بھی کوئی ہمدردی کی گنجائش ہوسکتی ہے۔

اسرائیل اور کسی بھی قابض ملک کا حق دفاع ہرگز جائز اور قانون کے مطابق نہیں ہوسکتا۔ خصوصاً جب عالمی اداروں کا چارٹر، قراردادیں اور بین الاقوامی عدالت انصاف کے کئی حوالے موجود ہیں۔ پھر یہ دیکھنا ہوگا کہ جس کے حق دفاع کی اندھی تائید کی جا رہی ہے، اس کی شناخت اس مقبوضہ سرزمین فلسطین پر شروع سے ہی ایک جارح کی ہے یا مظلوم کی۔

اگر پھر بھی کوئی ضد، تعصب اور ہٹ دھرمی پر قائم رہنا چاہے تو کم از کم یہ ہی دیکھ لے کہ ذاتی دفاع اور حق دفاع کی کوئی حدود و قیود بھی ہوتی ہیں یا نہیں۔ کیا جبر، قبضے اور جارحیت کے مرتکب کی حمایت و تائید کی کوئی گنجائش انسانی اقدار اور بین الاقوامی قانون میں موجود ہے۔ سوائے اس کے کہ ویٹو کا اختیار استعمال کر کے جس کی لاٹھی اس کی بھینس کی جدید صورت گری کر لی گئی ہو۔

جرمنی نے اسرائیل کو اسلحے کی فراہمی بھی جاری رکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔ امریکہ بھی جاری رکھے ہوئے ہے۔ برطانیہ اور دوسرے ممالک بھی اپنی اپنی توفیق کے مطابق اسرائیل کو گولہ بارود، فوجی کمانڈو اور ماہرین کے کھاتے میں نئے نئے کھاتے بنا کر مدد بھیج رہے ہیں۔ کیا اسے موجودہ عالمی نظام کا تخلیق کردہ نیا نازی ازم نہیں کہنا چاہیے۔ نازی نازی کہتے کہتے امریکہ، مغرب اور اسرائیل خود ہی نازی بن گئے اور جدید نازی ازم کے بانی مبانی بھی۔

جرمنی کی وزیر خارجہ اینا لینا کی بات تو ان سے بھی الگ ہے کہ وہ آخر اسی نازیوں کی سرزمین سے تعلق رکھنے والی، ان کے رگ و پے میں کہیں کہیں نازی ازم کا اثر جوش مارتا ہوگا۔

اس لیے وہ نازی ازم کے کوئے ملامت کو بار بار لوٹ جانے پر مجبور مانی جاسکتی ہیں۔ لہذا ایک خاتون ہونے کے باوجود انہوں نے کامل نازی ازم کے ساتھ کہہ دیا ہے کہ شہریوں کو قتل کرنا اسرائیل کا حق ہے۔ یہ اسرائیل کا حق دفاع ہے۔

محترمہ وزیر خارجہ اگر یہ سب روا ہے تو پھر یہ عالمی اداروں کے نظام کا ڈھونگ، یہ انسانی حقوق کا شور شرابہ اور امن و انصاف کا فریب کیوں جاری رکھا ہوا۔ اگر ہر فرد، ہر معاشرے اور ہر ملک نے اپنا دفاع اپنی من مانی تعبیر اور تاویل کے ساتھ کرنا ہے۔ اس کے گروہ کے دیگر اتحادیوں نے بھی اسی کی حمایت کرنا ہے تو پھر اس 'گلوبل ولیج' کو 'گلوبل جنگل' کیوں نہیں کہتے یا کم از کم یہ اجازت دی جائے کہ آج کی نام نہاد مہذب دنیا کے بڑے اور طاقتور ملکوں کا اصل چہرہ دنیا کے سامنے لایا جائے کہ ان کا نازیت کی کوکھ سے جنم لینے والا موجودہ نظام دنیا کے سامنے پوری طرح 'ایکسپوز' ہو چکا ہے اور اس کی نازیت صہیونیت کی سان پر چڑھ کر مزید تیز تر ہو رہی ہے۔

اس عالمی نظام کی انسان دشمنی کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ تمام تر بنیادی انسانی حقوق کے دعوؤں اور نعروں کے باوجود یہ نظام انسانی حقوق کے خلاف اور انسانیت کشی کے ساتھ کھڑا ہے۔ اس 'گلوبل جنگل' کے چوراہے پر کھڑا ہو کر اسرائیل اپنے آس پاس مشرق وسطیٰ کے سب ملکوں کو دھاڑ دھاڑ کر کہہ رہا ہے کہ میرا پنجہ اور شکنجہ اب ہر جگہ پہنچ سکتا ہے۔ مگر مجال ہے کہ یہ نظام اس صہیونی نازی ازم کو روکے اور کہے کہ سلامتی کونسل دنیا میں امن و سلامتی کے لیے قائم کی گئی تھی، نازی ازم کے فروغ اور نئے جنم کے لیے نہیں اور آج کی دنیا بقائے باہمی کے اصول کے تحت کام کرنے والی دنیا ہے۔ بلکہ یہ تو اس کے لیے ایک معاون اور سہولت کار کے طور پر کھڑا ہے۔ کندھے سے کندھا ملا کر اور پوری طرح دل و جان کے ساتھ ظالم کے ساتھ ہے، قاتل کے ساتھ ہے اور قابض کے ساتھ ہے۔

پس منظر ثوبیہ عندلیب

جرنیلوں کا منصوبہ: فاشسٹ صہیونی خواب فلسطینی استقامت کے سامنے ڈھے گئے

غزہ کی پٹی پر صہیونی یلغار کے آغاز کو ایک سال سے زیادہ کا عرصہ بیت چکا ہے۔ جدید دنیا کا یہ ایسا قتل عام ہے جس کی تاریخ انسانی میں کبھی کوئی مثال نہیں ملتی، اس میں اب تک ہزاروں شہید اور لا تعداد افراد زخمی ہو چکے ہیں۔ ذرائع ابلاغ پر اس تباہی کی حد ہر روز پوری دنیا دیکھتی ہے، مگر اقوام عالم کی بے حسی اور خاموشی کی حد محض مذمت سے آگے نہیں بڑھ پاتی۔

اپنی تمام تر قتل و غارت، بے پناہ تباہی کے درمیان، جیسے ہی جنگ کو ایک سال مکمل ہوا غزہ میں فلسطینی مزاحمتی راکٹ تل ابیب کی طرف داغے گئے۔ علامتی طور پر اس سے بہت سے پیغامات بھیجے گئے جن میں سب سے نمایاں یہ ہے کہ غزہ آج بھی اس ہستی کو چیلنج کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور یہ کہ اپنی استقامت سے یہ آج بھی غاصبوں کے گلے کی ہڈی بن کر اسے تھکا تا رہے گا۔

تمام سطحوں پر اس ناکامی نے اسرائیل کو غزہ کی پٹی کے لیے اپنی حکمت عملی سخت کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ ہفتہ، 5 اکتوبر 2024 سے، قابض فوج نے شمالی غزہ کی پٹی میں اپنی ظالمانہ کارروائیوں کو مزید بڑھا دیا ہے۔

اپنے نئے نام نہاد ''جرنیلوں کے منصوبے'' پر عمل درآمد کرتے ہوئے، فوجی گاڑیوں اور ڈرونز کی جانب سے شدید فضائی اور زمینی بمباری، جبالیہ قصبے اور اس کے کیمپ کے مغرب میں واقع علاقوں، خاص طور پر سلاطین اور صفتاوی کے علاقوں میں درجنوں گھروں پر بمباری کے درمیان صہیونی فوج نے مطالبہ کیا ہے کہ ''ڈی 5'' نامی علاقے میں موجود افراد فوری طور پر صلاح الدین اسٹریٹ کے راستے وہاں سے چلے جائیں جسے ''انسانی ہمدردی کا علاقہ'' کہا جاتا ہے۔

جرنیلوں کا منصوبہ

یہ منصوبہ ایک مجرمانہ، فاشسٹ منصوبہ ہے جسے ''صہیونی قومی سلامتی کونسل'' کے سابق سربراہ جیورا آئلینڈ نے تیار کیا ہے۔ اسے درجنوں سابق فوجی افسران کی حمایت حاصل ہے اور اسے قابض حکومت کے وزیر اعظم بنجمن نیتن یاہو اور صہیونی وزراء کے سامنے پیش کیا گیا۔

عبرانی اخبار ''یدیعوت احرونوت'' نے 22 ستمبر 2024

کولکھا کہ اس منصوبے میں ''چند ہفتوں کے اندر آبادی کو علاقہ خالی کرنے، علاقے کا محاصرہ کرنے، غزہ شہر میں عسکریت پسندوں کو ہتھیار ڈالنے یا بھوک سے مرنے پر مجبور کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔''

ایسوسی ایٹڈ پریس نے انکشاف کیا کہ جنرلوں کا منصوبہ، ریٹائرڈ جرنیلوں کے ایک گروپ کی طرف سے تجویز کیا گیا ہے۔ یہ فلسطینیوں کو غزہ سٹی سمیت غزہ کی پٹی کے شمالی تہائی حصے سے نکلنے کے لیے ایک ہفتے کا وقت دے کر، اسے بند فوجی زون قرار دینے سے پہلے نیتن یاہو اور صیہونی کنیسٹ سے دباؤ بڑھانے کا مطالبہ کرتا ہے۔

منصوبے کے مطابق، قابض ریاست خطے میں باقی رہنے والوں کو جنگجو تصور کرے گی، جس کا مطلب ہے کہ فوجی قوانین کے تحت انہیں مارنے، خوراک، پانی، ادویات اور ایندھن حاصل کرنے سے روکنے کی اجازت ہوگی۔

اس منصوبے میں شمالی غزہ پر صیہونی کنٹرول کو غیر معینہ مدت تک برقرار رکھنے کا مطالبہ کیا گیا ہے اور غزہ کی پٹی کو دو حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔

واضح رہے کہ، اقوام متحدہ اور فلسطینی پناہ گزینوں کے لیے اقوام متحدہ کی ریلیف اینڈ ورکس ایجنسی (انروا) کے مطابق، 30 ستمبر کے بعد سے کوئی بھی ٹرک خوراک، پانی یا ادویات لے کر شمالی غزہ کی پٹی میں داخل نہیں ہوا ہے۔

استقامت صیہونی ارادوں کو خاک میں ملا رہی ہے:

زمینی حقائق یہ ہیں کہ شمالی غزہ گورنریٹ کے فلسطینیوں نے علاقہ چھوڑنے اور غزہ کی پٹی کے جنوب میں واقع علاقوں یا نام نہاد ''انسانی ہمدردی کے علاقے'' کی طرف ہجرت کرنے سے انکار کر دیا۔

ترک اناطولیہ ایجنسی نے فلسطینی شہری ''عودہ'' کے حوالے سے بتایا ہے کہ وہ اپنے گھر اور اپنے دو بچوں کو کھونے کے بعد سے جبالیہ کیمپ کے اندر قائم ایک پناہ گاہ میں مقیم ہیں۔ عودہ نے کہا کہ ''وہ کیمپ چھوڑ کر کہیں نہیں جائے گا سوائے ''جنت'' کے، چاہے اس کے لیے اسے اپنی جان ہی کیوں نہ دینی پڑے۔''

عودہ کے مطابق، کیمپ کے مکینوں کی جانب سے وہاں رہنے پر اصرار کیا جا رہا ہے مگر انخلاء ''بہت دور کی بات'' سمجھا جاتا تھا۔

عودہ کا خیال ہے کہ صیہونی فوج ''شمال کے لوگوں کو یہ دھوکہ دینے کی کوشش کر رہی ہے کہ جنوب میں محفوظ مقامات ہیں، لیکن وہاں فوج کے مسلسل جرائم اور بے گھر لوگوں کا جان بوجھ کر قتل عام اس کے جھوٹ کو بے نقاب کرتا ہے۔''

انہوں نے کہا: ''جس دن جبالیہ کیمپ پر حملہ شروع ہوا اور جنوب کی طرف انخلاء کا مطالبہ کیا گیا، اسرائیل نے دیر البلح شہر میں انسانی ہمدردی کے علاقے میں قتل عام کیا اور بے گھر افراد کی محفوظ پناہ گاہ ایک مسجد پر بمباری کی۔''

جبالیہ کیمپ میں رہائش پذیر نوجوان، مرید احمد (26 سال) نے اناطولیہ ایجنسی کو بتایا کہ ''ہم نے جنگ کی ابتدا ہی سے، اپنے گھر یا اپنے پیاروں کو کھونے سے پہلے،

انخلاء سے انکار کر دیا تھا۔ اب ہم اسے کیسے قبول کریں؟ خیال کیا جاتا ہے کہ صیہونی فوج ''جبالیہ کے لوگوں پر فوجی لحاظ سے دباؤ ڈال رہی ہے۔''

دوسرے علاقوں کے لیے اپنا گھر نہ چھوڑنے پر لوگوں کے اصرار کا حوالہ دیتے ہوئے، مرید احمد کہتے ہیں کہ فوج کی گاڑیوں کی واضح نقل و حرکت کے باوجود یہ پالیسی ناکام ثابت ہو رہی ہے۔

تباہی کی جنگ کی انتہا:

تحریک حماس کے رہنما اسامہ حمدان نے کہا کہ جرنیلوں کا نام نہاد مجرمانہ منصوبہ، جسے دہشت گرد قابض حکومت نے نافذ کیا ہے، پورے ایک سال کی وحشیانہ نسل کشی کی انتہا ہے۔

انہوں نے کہا کہ آج فلسطینیوں کو ''ایک انتہائی زوال پذیر اور غلیظ فوجی منصوبے کا سامنا ہے، جو فاشسٹ جرنیلوں کا تیار کردہ، انسانی، اخلاقی یا فوجی اقدار سے عاری، تمام بین الاقوامی قوانین اور کنونشنوں اور انسانی اصولوں کی صریح خلاف ورزی کر رہا ہے۔''

حمدان نے شمالی غزہ کی پٹی، خاص طور پر جبالیہ میں جو کچھ ہو رہا ہے، اسے ''مکمل نسل کشی کی کارروائی'' بیان کیا۔

انہوں نے کہا کہ شمالی غزہ کی پٹی میں قابض فوج نے نسل کشی کے ایک نئے مرحلے پر عمل درآمد شروع کر دیا ہے جس کا مقصد شمالی غزہ کی پٹی کو الگ کرنا اور اس کی آبادی کو بے گھر کرنا ہے۔

انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ جرنیلوں کا وحشیانہ منصوبہ ہمارے لوگوں کو محکوم بنانے، یا انہیں ہجرت کرنے یا ہتھیار ڈالنے پر مجبور کرنے کے لیے، اسی طرح ناکامی سے دوچار ہے، جس طرح قابض حکومت اور اس کی فسطائی فوج کی تمام کوششیں نسل کشی کے ایک سال کے دوران پسپا ہوگئیں۔

انہوں نے بین الاقوامی برادری کی طرف سے لاکھوں لوگوں کو بے گھر کرنے کے جرم پر خاموشی کی مذمت کی اور اسے انسانی اقدار کو ایک بے مثال دھچکا قرار دیا۔ انہوں نے غزہ کے خلاف ہونے والے قتل عام، جرائم اور نسل کشی کی جنگ کا ذمہ دار امریکی انتظامیہ کو ٹھہرایا۔

ناکامی کی گواہی:

شمالی شہریوں کی ثابت قدمی کے سامنے، قابض حکام نے چند دنوں کے بعد تسلیم کرنا شروع کر دیا کہ یہ منصوبہ ناکامی سے دوچار ہے۔

عبرانی اخبار یدیعوت احرونوت کی ایک رپورٹ میں انکشاف کیا گیا ہے کہ قابض فوج کو شمالی غزہ کی پٹی کے مکینوں کو نکالنے میں بڑے مسائل کا سامنا ہے۔ شمالی غزہ کی پٹی کے زیادہ تر شہری اس علاقے سے جبری نقل مکانی کے خلاف مزاحمت کر رہے ہیں۔

اس سے فلسطینیوں کا یہ عزم مزید پختہ ہو جاتا ہے کہ غزہ کے لوگوں کو بے گھر کرنے اور ان کی زمین کو ان سے چھیننے کے صیہونی منصوبے کامیاب نہیں ہوئے اور نہ ہوں گے اور جب تک ایک بھی فلسطینی زندہ ہے وہ اسرائیلی مذموم عزائم کے سامنے سینہ سپر رہے گا۔

رائے سرائے/الیاس بیگ

بھانت بھانت کے یہودیوں کا دہشت گرد اسرائیل قبول نہیں

اسرائیل!

جی ہاں! نوآبادیات، صہیونی قابض ریاست!

دنیا کی غالباً پہلی نوآبادیات، جس کی شروعات مزاحمت کرنے والے فلسطینی آبادی پر ایک قبضے کی صورت میں ہوئی۔

اسرائیل! جسے بنانے والے، آباد کرنے والے، تحفظ دینے والے سب کے سب بدیسی لوگ تھے، غیر ملکی تھے۔ ان کا بانی ڈاکٹر تھیوڈر ہرزل غیر ملکی تھا۔ کچھ روس سے آئے، کچھ ہالینڈ سے، بہت سے یوکرائن سے، پھر عرب دنیا سے، ایشیا و افریقہ سے اور یورپ و امریکہ آئے۔ ایک نگاہ ڈالیں کہ یہ کہاں کہاں سے لائے گئے۔

» مراکش، تیونس، لیبیا، الجزائر، یمن، ایران، مصر، کردستان، افغانستان، پاکستان، بھارت، ترکیہ، لبنان

» ایتھوپیا، اری ٹیریا وغیرہ

» امریکہ، روس، کینیڈا، برطانیہ، آسٹریلیا، جرمنی

» ہنگری، آسٹریا، آسٹروہنگری

یہ محض چند خطے ہیں جہاں سے یہودی ہجرت کروا کے اسرائیل لائے گئے۔ ان میں سے لالچ، دھونس، جبر اور آزاد مرضی سے اسرائیل لائے گئے۔ تھیوڈر ہرزل ہنگری کا باشندہ تھا۔ اسی نے تشدد اور سیاست کو ایک ساتھ ملایا اور یہودیت کو صہیونیت اور صہیونی تحریک کا رنگ دیا۔

اسرائیل دنیا کا واحد نوآبادیاتی کردار بنا جس نے آغاز سے ہی مقامی عرب آبادی پر مارشل لاء نافذ کیا۔ یہ مارشل لاء 1948ء سے شروع کیا گیا اور 1966ء تک کسی وقفے کے بغیر جاری رکھا گیا۔ یہ قابض ریاست آبائی عرب فلسطین پر یوں مسلط کی گئی کہ مئی 1948ء میں فلسطینی آبادی کو ظلم و تشدد سے ان کو آبائی گھروں، دیہات، زمینوں، کاروبار اور مقامات سے نکالنے کا باعث بنی۔ ہزاروں لاکھوں فلسطینیوں کو جس ظالمانہ طریقے سے ان کے زبردستی انخلاء کا سبب بنی، اسے پہلا نکبہ کہا جاتا ہے اب ایک اور بڑا، پہلے سے بھی بڑا نکبہ غزہ میں جاری ہے۔ مقبوضہ بیت المقدس اور مغربی کنارے میں بھی ایک اور نکبہ جاری ہے۔ فلسطین کے ان علاقوں پر اسرائیلی قبضے کو سابق امریکی صدر جمی کارٹر نے نسل پرست انتظامیہ کا

تسلط قرار دیا۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ یہودی آبادکاروں کی بستیاں غیر قانونی ہیں۔

1966ء سے مارشل لاء بہ ظاہر اٹھا لیا گیا۔ لیکن نسل پرست حکومت کے انداز پرانے ہی رہے۔ 1967ء میں اسرائیل نے اچانک عرب ممالک مصر و شام اور اردن پر حملہ کر دیا۔ ان کے طیارے اڑنے سے پہلے ہی تباہ کر دیے گئے۔ یہ تنہا اسرائیل کا حملہ نہیں تھا۔ یورپ اور امریکہ نے اس کی مدد کی۔ کہنے کو یہ اسرائیل کی چھوٹی سی قابض ریاست کا حملہ تھا لیکن یہ امریکہ و یورپ کا اتحادی حملہ تھا۔ عرب علاقوں پر اسرائیل کا قبضہ ہو گیا۔ یہ قبضہ بھی ان سب کا مشترکہ تھا۔

1982ء میں بیگن وزیر اعظم اور ایریل شیرون وزیر دفاع اسرائیل تھے۔ بیگن کو برطانیہ نے ان کے دہشت گرد ماضی کی وجہ سے دہشت گرد قرار دے رکھا تھا۔ بیگن اور شیرون کسی نہ کسی طور پر فلسطین کی تنظیم آزادی یعنی پی ایل او کو ختم کرنا چاہتے تھے۔ ایریل شیرون نے صابرہ اور شتیلہ کے فلسطینی کیمپوں پر حملے کر کے اٹھارہ ہزار مسلمان شہید کر دیے تھے۔ ان میں فلسطین و لبنان کے نہتے مسلمان شہید کیے گئے۔ یاد رہے کہ یہ کیمپ کوئی کچی آبادیاں نہیں تھے۔ امریکی صدر رونالڈ ریگن کی ایک فون کال پر اس تباہی کو روک دیا گیا۔ گویا یہ فون تباہی اور 18 ہزار مسلمانوں کے بے رحمانہ قتل عام کو پہلے بھی روکا جا سکتا تھا۔ تب ریگن نے کہا تھا کہ یہ مسلمانوں کا ہولوکاسٹ ہے۔

یہ سب کچھ ہوا لیکن امریکہ نے اقوام متحدہ سے یہ کہنا گوارا نہیں کیا کہ اسرائیل پر عالمی پابندیاں لگائی جائیں۔ اسرائیل نے مقبوضہ علاقوں میں آبادکاری کے منصوبے جاری رکھے، یہودی بستیاں بساتا گیا۔ لیکن تب بھی امریکہ نے اس پر پابندیوں کے لیے دنیا کا ساتھ نہ دیا۔ امریکہ میں اسرائیلی سفیر مائیکل اوون نے اپنی کتاب میں 2007ء میں یہ ساتھ نہ دینے کی وجہ بیان کی۔ اس کی کتاب کا ٹائٹل تھا:

Power, Faith, and Fantasy: America in the Middle East: 1776to the Present

مائیکل اوون نے 1970ء کے عشرے میں یہ انکشاف کیا کہ کانگریشنل رائے سازی کے لیے اقتصادی اور سیاسی سپورٹ حاصل کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ گویا انہوں نے اپنی درکار قوت حاصل کر لی تھی جس سے امریکی سرکاری مخالفت کا سلسلہ روکا جا سکتا تھا۔ اس طرح اقوام متحدہ یا ایسی ہی حمایت کے لیے اسرائیل کی مخالفت ختم کی جاتی۔ اسرائیل کو ایسی سیاسی و اقتصادی حمایت گھر بیٹھے ہی مل گئی تھی۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کہ اسرائیل کے ظلم و تشدد نے کس قدر بھیانک صورت اختیار کر لی تھی۔

1991ء میں اسرائیل کے وزیر اعظم اضحاک شامیر تھے۔ انہوں نے اقوام متحدہ کے مذاکرات کار فاک برناڈوٹی کے قتل کا حکم دیا تھا۔ وہ اس بات کو سمجھانے کی کوشش کرتے رہے کہ کبھی کبھار دہشت گردی بھی کیوں کر ''قابل قبول'' ہو جاتی ہے۔ اور یہ قبولیت یہودیوں کے

لیے درست اور عربوں کے لیے ناجائز ہی رہتی ہے۔ ''یہ اسرائیلی عوام کی سرزمین ہے۔''

حماس کا 7 اکتوبر کا حملہ ایک مختلف کہانی تھی۔ یہ پہلا موقع تھا جب فلسطینی گروہ اس پوزیشن میں آ چکے تھے کہ وہ عشروں سے جاری صہیونی دہشت گردی کو اپنا جواب دے سکتے تھے۔ ان کے ردعمل کی شدت وہی تھی جو ان کے خلاف دہشت گردی کی شدت تھی۔ گویا برابر کا جوڑ تھا جس سے صہیونیت کو سابقہ پڑا تھا۔ اس کا جواب دینے کے لیے اسرائیل کے وزیر اعظم بنجمن نیتن یاہو نے جواب الجواب کی قوت دوگنی کرنے کا فیصلہ کیا۔ اب اس میں بھوک اور بیماری کو بھی ہتھیار کے طور پر شامل کر دیا گیا ہے۔

اس موقع پر دنیا بھر میں واشنگٹن نے اسرائیل کی اس کام کے لیے کھلم کھلا حمایت کی کہ وہ نہتے شہریوں کا جیسے اور جتنا چاہے، بے دریغ اور سفاکانہ قتل عام کرے۔ اس جرم میں ایسی نورایزگی ایگی، محمد خضور اور شیریں ابو اکلہ کا قتل تھا۔ انہیں ان کے میں گولی مار کر قتل کر دیا گیا۔ ان کی اموات پر اسرائیل کے خلاف کسی نوعیت کی پابندیاں لگائی نہیں گئیں۔ وائٹ ہاؤس نے بڑے سکون سے صرف اتنا کہا کہ سنائپر کے ہاتھوں یہ قتل قابل قبول نہیں اور اسرائیل سے کہا کہ وہ تحقیقات بھی خود ہی کرے۔ یوں یہ معاملہ تیزی سے نپٹا دیا گیا۔

اب جب کہ غزہ میں قتل عام کو دوسرا سال شروع ہو چکا ہے، اب اسرائیل کی قاتل مشین نے انسانوں کو قتل کرنے کا زیادہ بہیمانہ انداز اختیار کر لیا ہے۔ مغربی کنارے اور لبنان پھر سے اسرائیل کی دہشت گردی کے نشانے پر ہیں۔ اسرائیل کہتا ہے کہ وہ حملوں کا جواب دے رہا ہے۔ یہ اس کا خود ساختہ اور گھڑا ہوا بیان ہے اور کچھ نہیں ہے۔

اب اس بات کا بے فائدہ سہی لیکن انتظار رہے گا کہ امریکہ اس قاتل کو کب روکے گا؟ اس کے بحری بیڑے مظلوموں کے لیے بھی حرکت میں آئیں گے؟ اسرائیل کو اسلحہ بھرے جہاز ملتے رہیں گے یا روک دیے جائیں گے؟

واشنگٹن کا فرض صرف یہ اور اتنا نہیں ہے کہ وہ اس بدمعاش کو روکے، بل کہ وہ نسل پرستی کو بھی روکے۔ امریکہ بین الاقوامی عدالت برائے انسداد جرائم کے فیصلوں پر عمل درآمد کرائے۔ ان فیصلوں کے مطابق اسرائیل کا وزیر اعظم بھی برابر کا مجرم ہے۔

ماضی میں سارے امریکی صدور اسرائیل کے جرائم کو نظر انداز کرتے رہے ہیں۔ ان جرائم کو ایبا ایبان جیسے مدبر بھی بیان کرتے ہیں۔ اسرائیل نے ماضی میں بیروت میں جس سفاکی سے قتل عام کیا تھا، موت کو تقسیم کیا تھا اور شہری آبادیوں کو نشانہ بنایا تھا، وہ تاریخ کا دردناک باب ہے۔ اب سابقہ امریکی صدور کے برعکس کرنا ہو گا اور امریکہ کے قانون سازوں کو ان سے فاصلہ اختیار کرنا ہو گا۔ اسرائیل کی سفارت کاری ترک کرنا ہو گی۔ ورنہ امریکہ اسرائیل کے ہاتھوں ہونے والی دہشت گردی کے قابل قبول ہونے کا ڈھونگ نہیں رچا سکے گا۔

مختصر سے غزہ سے کون کیا کچھ سمیٹنا چاہتا ہے؟

میڈیا واچ شمّاس یحییٰ

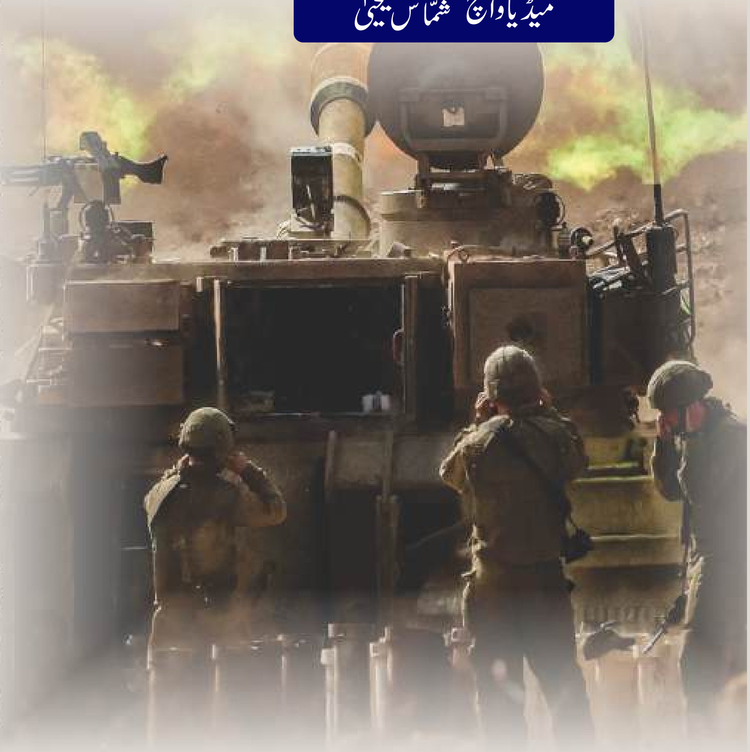

امریکی معاشرہ اپنی پوری توجہ، صلاحیت اور قوت کے ساتھ اپنے لُوٹ کے مال کی نوعیت طے کر رہا ہے۔ ایک طرف امریکی صدارت ہے جس کے تین مدمقابل ہیں، دوسری طرف قانون ساز ہیں، ان میں ایک ایوان نمائندگان ہے جس نے بنجمن نیتن یاہو کو خطاب کی دعوت دی، اس کے خطاب کے دوران میں ان قانون سازوں نے 80 مرتبہ پرجوش انداز میں تالیاں بجائیں۔ ابھی ٹھہریے! ان قانون سازوں کی پشت پر امریکی صنعت کھڑی ہے۔

امریکہ نے اکتوبر 2023ء سے مارچ کے آغاز تک اسرائیل سے اسلحہ فروخت کے 100 معاہدے دیے۔ ان میں سے صرف 2 معاہدے دنیا کو بتائے گئے۔ ان 100 معاہدوں کی تفصیلات فورم آن دی آرمز ٹریڈ کے پاس موجود ہیں۔ 25 دسمبر 2023ء تک اسرائیل 10 ہزار ٹن اسلحہ و گولہ بارود 244 کارگو طیاروں کے ذریعے حاصل کر چکا ہے۔ یورپ سے الگ سے 6000 پروازوں سے اسلحہ غزہ میں استعمال کے لیے اسرائیل پہنچایا گیا ہے۔ ان کے علاوہ بحری جہازوں کی اب تک تعداد 20 تھی۔ ان میں مختلف نوعیت کے 15 ہزار بم، توپ خانے کے 50 ہزار راؤنڈز وہ تھے جو پہلے 45 دنوں میں اسرائیل پہنچا دیے گئے تھے۔

ان اسلحہ و بارود کی ترسیل (Foreign Military Sales) پروگرام کے تحت کی گئی۔ ان میں سے کچھ فروخت وہ تھی جس کے لیے اسرائیل نے اپنے ملکی بجٹ سے خریداری کی تھی۔ اس سے پہلے، بہت پہلے ہتھیاروں کی ایسی تعداد اسرائیل پہنچا دی گئی تھی جب

حماس نے 7 اکتوبر کو طوفان الاقصیٰ کا فیصلہ بھی نہیں کیا تھا۔ اس کی ترسیل War Reserve Stock Allies_Israel (wasa-1) کے ذریعے کردی گئی تھی۔ غزہ میں اپنی نوعیت اور تاریخ کے بھیانک قتل عام کو غیر انسانی بنیادوں پر مکمل کرنا ممکن نہیں تھا۔ اسے ممکن بنانے کے لیے جو بائیڈن اور انٹونی بلنکن نے بہ طور خاص اسرائیل کو ابتدا میں 14 ارب ڈالر کی امداد دی۔ اس کے علاوہ اسرائیل کو ہر سال فوجی اسلحہ کی خریداری کے لیے 3 ارب 80 کروڑ ڈالر دیے جاتے ہیں۔ اسرائیل پابند ہے کہ وہ اس سے امریکی تیار کردہ اسلحہ ہی خریدتا ہے۔ اس طرح لاک ہیڈ مارٹن، آر ٹی ایکس، بوئنگ اور جنرل مارٹن کمپنیوں کا بنا اسلحہ و ہتھیار خریدتا ہے۔ اس سیل نے اس کے اسلحہ کی قیمتوں کو آسمان تک پہنچا دیا ہے۔ ان اسلحہ ساز کمپنیوں کے ساتھ اس بہتی گنگا میں فورڈ۔ کیٹر پلر اور ٹویوٹا بھی ہاتھ پاؤں اور سر ماتھے سمیت سب کچھ دھوتے ہیں۔

آیئے! چند کمپنیوں کی اسرائیل کے لیے خدمات کا جائزہ لیتے ہیں۔ یہ جائزہ بہت سرسری ہے۔

ایرو ویرونمنٹ: Aerovironment
یہ فوجی ڈرون ساز کمپنی ہے۔ اس کا ہیڈ کوارٹر آرلنگٹن ورجینیا میں ہے۔ 30 اکتوبر 2023ء کو اسرائیل نے اس کمپنی سے درخواست کی کہ وہ 200 سوئچ بلیڈ 600 کالی کازی ڈرون خریدنا چاہتی ہے۔ ان میں ایڈوانس براہ راست فائر میزائل نظام لگا ہوتا ہے۔ اس کی وجہ سے اسے ''خودکش ڈرون'' کہا جاتا ہے۔

ایجی لائٹ: Agilite
یہ اسرائیلی کمپنی ہے۔ یہ ٹیکٹیکل سامان اور باڈی آرمر تیار کرتی ہے۔ 7 اکتوبر سے کمپنی کے اشتہارات مسلسل سامنے آرہے ہیں جن میں بتایا گیا کہ اسرائیل کی فوج کے لیے کمپنی ساز و سامان تیار کر رہی ہے۔ ان میں اسرائیلی فوج کے ایک فوجی کی تصویر شائع کی جس کے ساتھ لکھا گیا: تلاش کریں اور تباہ کریں، لوہے کی تلوار تباہ کریں۔ کمپنی کا سامان 34 ریٹیل کمپنیاں امریکہ میں نجی طور پر فروخت کرتی ہیں۔

ایم پوائنٹ اے بی: Aimpoint AB
یہ سویڈن کی کمپنی ہے، مالمو میں دفاتر ہیں۔ یہ مختلف نوعیت کا معاون اسلحہ اور سامان تیار کرتی ہے۔ اس کمپنی کا سامان اور اسلحہ اسرائیلی فوج اگست 2023ء سے استعمال کر رہی ہے۔ قابض فوج خاص طور پر کامپ 4 اور کامپ 5 قسم کے ریفلیکٹرز استعمال کر رہی ہے۔

اے ایم جنرل: Am General
یہ کمپنی فوجی گاڑیاں تیار کرتی ہے۔ اس کے دفاتر انڈیانا میں قائم ہیں۔ کمپنی تیز رفتار کثیر المقاصد گاڑی تیار کرتی ہے۔ اسے حموی کے نام سے جانا جاتا ہے۔ غزہ میں اسرائیلی فوج یہ گاڑیاں استعمال کر رہی ہے۔ اس کے ساتھ ٹینک اور دیگر فوجی گاڑیاں ہوتی ہیں۔ اسرائیلی فوج نے 5 نومبر کو غزہ میں حموی گاڑیاں، آرمرڈ گاڑیاں، ایک سپلائی کانوائے کے ساتھ استعمال کیں۔

بی اے ای سسٹمز: BAE-Systems
یہ دنیا کی ساتویں بڑی اسلحہ ساز کمپنی ہے۔ یہ یو کے کی کمپنی ہے۔ یہ M109 155mm' Howitzer موبائل توپ خانہ تیار کرتی ہے۔ اس کا یہ اسلحہ غزہ میں استعمال ہو رہا ہے۔ یہ اب تک غزہ میں ہزاروں لاکھوں شیل فائر کر چکی ہے۔ یہ شیل زیادہ سفید فاسفورس بم ہوتے ہیں۔ یہ گنجان آبادیوں میں استعمال کیا جانا ممنوع ہے۔ اب یہ بم نئی شکل میں 155 Ro'en/ Sigma کے نام سے اسرائیل میں بنائے جا رہے ہیں۔

یہ کمپنی الیکٹرک میزائل لانچنگ کٹ کے علاوہ اسرائیل کے F15, F16 اور F35 فائٹر جیٹ میں فاضل پرزے تیار کرتی ہے۔ یہ طیارے غزہ میں بڑے پیمانے پر استعمال ہو رہے ہیں۔

دی بوئنگ کمپنی: The Boing Co.
یہ دنیا کی پانچویں بڑی اسلحہ ساز کمپنی ہے۔ کمپنی F15 فائٹر جیٹ اور اپاچی ہیلی کاپٹر تیار کرتی ہے۔ غزہ اور لبنان میں ان کا بہت زیادہ استعمال کیا جا رہا ہے۔ کمپنی جائنٹ ڈائریکٹ اٹیک گولہ بارود اور اسلحہ (JDAM) کی کٹ استعمال کرتی ہے۔ یہ MK-80 ان گائیڈڈ بم بھی استعمال کرتی ہے۔ یہ بم جنرل ڈائنامکس تیار کرتی ہے اور ان کو گائیڈڈ بناتی ہے۔

اس کمپنی کے اسلحہ کا غزہ کے جبالیہ کیمپ میں یکم نومبر 2023ء میں استعمال کیا گیا جس سے ایک ہی حملے میں سینکڑوں فلسطینی شہید ہوگئے اسی اسلحہ سے 10 اکتوبر اور پھر 22 اکتوبر النجار خاندان کے 24 ارکان اور دیر البلاح میں 19 افراد شہید کیے گئے۔

یہ کمپنی 250 پاؤنڈ کے جی بی یو۔ 39 گائیڈڈ سمال ڈایا میٹر کے بم (SDB) بھی تیار کرتی ہے۔ اسرائیل نے ان کا بے تحاشا استعمال کیا۔ سی این این اور نیویارک ٹائمز نے خبر دی جو غیر معمولی بات تھی کہ اس طرح کے صرف دو بم 26 مئی 2024ء کو طل السلطان میں استعمال ہوئے۔ یہ رفاہ کے اندر استعمال کیے گئے۔ ان سے 45 افراد شہید کردیے گئے۔

مزید تفصیلات کمپنی کی ویب سائٹ پر دیکھی جاسکتی ہیں۔

کیٹرپلر: Cater Pillar
یہ کمپنی برسوں سے اسرائیل کو D-9 بلڈوزر فراہم کر رہی ہے۔ یہ بلڈوزر مسلسل فلسطینی گھروں اور دیگر عمارتوں کو گرانے اور تباہ کرنے کے لیے استعمال کیے جا رہے ہیں۔ ان کا مغربی کنارے میں بہت زیادہ استعمال ہو رہا ہے۔ غزہ کی ناکہ بندی کے لیے بھی یہ بلڈوزر مسلسل استعمال کیے گئے ہیں۔ غزہ پر زمینی حملے میں یہ بہت زیادہ شامل

رہے ہیں۔جنین اور طولکرم میں ان کا استعمال کیا گیا۔ یاسر عرفات کی ایک یادگار تباہ کرنے میں بھی یہی بلڈوزر لگائے گئے۔

فلسطینی ثقافتی مراکز کی تباہی بھی انہی F-9 کے ذریعے کی جاتی رہی ہے۔انہی کی مدد سے غزہ میں نصف میل چوڑا بفرزون بنایا گیا۔ یہ سارے اقدامات جنگی جرائم قرار پائے۔ بیت لاھیہ میں کمال ادوان ہسپتال ان سے تباہ کیا گیا۔غزہ میں مشرق سے مغرب تک اسرائیلی فوج کے لیے سڑک انہی سے تعمیر کی گئی۔

کولٹ مینوفیکچرنگ کمپنی:

Colt Company

یہ کمپنی آتشیں اسلحہ تیار کرتی ہے۔ ان میں M-16 اسالٹ رائفل بھی ہے۔اسرائیل نے 1990ء سے اب تک اس رائفل کا بہت زیادہ استعمال کیا ہے۔ بے شمار فلسطینی شہادتیں اسی رائفل کے ذریعہ ہوئی ہیں۔اب بھی ان کا استعمال جاری ہے۔

غزہ جنگ سے ذرا پہلے کولٹ کمپنی نے اسرائیل کو M4 اور MK 18 قسم کی 18000 رائفلیں فراہم کیں۔امریکی کمپنی نے اس کے علاوہ 6000 رائفلیں صہیونی ریاست کو دیں۔ اسرائیل نے ''سویلین سیکیورٹی سکواڈز'' تیار کیے۔ ان سکواڈز کو مقبوضہ بیت المقدس اور مغربی کنارے کے یہودی آبادکاروں کو دیا گیا۔ یہ اسلحہ بے دریغ استعمال ہو رہا ہے۔

امریکی حکام کو پورا علم ہے کہ یہ اسلحہ مقبوضہ عرب علاقوں سے مقامی فلسطینی آبادی کو نکالنے کے لیے استعمال ہو رہا ہے۔ یہ بے نام ضمانت اسرائیل نے امریکہ کو دی تھی کہ یہ رائفلیں صرف اس کی ایجنسیاں ہی استعمال کریں گی۔امریکہ کا یہ دعویٰ ہے کہ اس نے ان رائفلوں کے معاہدے سے ساڑھے چار ہزار رائفلیں روک لی ہیں۔

کولٹ کمپنی کا ہیڈ کوارٹر ہارٹ نورڈ کنکٹی کٹ میں ہے۔ یہ کمپنی چیک جمہوریہ کی ملکیت ہے۔

کورسائتھ اے آئی: Corsight AI

یہ کمپنی آرٹی فیشل انٹیلی جنس کی مدد سے چہروں کو پہچاننے کے کیمرے تیار کرتی ہے۔ ان کیمروں کی مدد سے غزہ میں کافی فاصلوں سے فلسطینی لوگوں کی شناخت کرتی ہے۔ نیویارک ٹائمز کے مطابق یہ کیمرے اے آئی ٹیکنالوجی کی مدد سے کام کرتے ہیں۔اہم شاہراہوں کی نگرانی کے لیے صہیونی فوج ان کیمروں کا استعمال کرتی ہے۔ یہ کمپنی اسرائیل میں کام کرتی ہے۔اس کمپنی کی ملکیت کورسائتھ کے پاس ہے جس کا ذکر ہم نے ابھی کیا ہے۔اسے کینیڈا کی فرم AWZ کی مدد حاصل ہے۔

ڈے۔اینڈ زمرمن:

Day & Zimmerman

گولہ بارود بنانے والی اس کمپنی کا آرمی ایمونیشن پلانٹ آئی اوا میں کام کرتا ہے۔

اسرائیلی فوج کے توپ خانے اسی کمپنی کے گولے استعمال کرتی ہے۔ یہ گولے 155mm کے ہیں اور M109 ہووٹزر گن میں استعمال ہوتے ہیں۔ ان کے دوسرے گولے 120mm کے ہیں اور یہ M1830 اے آئی گولے ہیں جو انتہائی دھماکے دار ٹینک شکن (HEAT) کہلاتے ہیں۔

ایک فیکٹری کو میسن اینڈ ہینگر کے تحت 1951ء سے چلایا جارہا ہے۔ 1998ء سے 2007ء تک اسے امریکی آرڈیننس کے ذریعے چلایا گیا ہے۔ اسے جنرل ڈائنامیکس کا تعاون حاصل ہے۔

اقوام متحدہ کے سکول پر گولہ باری کے لیے نومبر میں یہ گولے داغے گئے۔ 29 جنوری کو گولہ باری کرتے ہوئے 6 سالہ ہند رجب اور اس کے خاندان کے 6 دیگر افراد کو طل الحوا میں شہید کیا گیا۔

دسمبر 2023ء میں صہیونی حکومت کے لیے خصوصی اختیارات استعمال کرتے ہوئے جو بائیڈن انتظامیہ نے 14000 کی تعداد میں M836 AI گولے دینے کی منظوری دی۔اس کے لیے کانگریس سے بھی منظوری نہیں لی گئی اور عجلت میں یہ گولہ بارود اسرائیل کو دے دیا گیا۔اس پر 10 کروڑ 65 لاکھ ڈالر کی رقم امریکی ٹیکس گزاروں نے ادا کی۔

ایل بٹ سسٹمز: Elbit Systems

یہ اسرائیلی کمپنی ہے۔ یہ اسلحہ بھی تیار کرتی ہے اور نگرانی کے کیمرے اور اس کے جملہ پرزہ جات بھی خود بناتی ہے۔ غزہ حملوں میں اس کا بنا اسلحہ اور نگرانی کے نظام بہت زیادہ استعمال کیے گئے۔ اس کے تیار کردہ سسٹمز گنجان آباد علاقوں میں استعمال ہوئے۔ ان کے ہر بم کے اندر مختلف نوعیت کے 26000 حصے ہوتے ہیں۔ ان کے فائر کی زد میں آنے سے بہت بڑی تعداد میں فلسطینی شہید ہوئے۔ ان کو کسی بھی ضرورت پر گائیڈڈ بموں میں تبدیل کردیا جاتا ہے۔ حال ہی میں لبنان پر حملوں میں ان کا بنایا MPR500 بم استعمال کیا گیا۔

اس کمپنی کے ہرمز 450 اور ہرمز 900 قسم کے جدید ڈرون بھی غزہ میں استعمال کیے گئے۔ ان کا استعمال یکم اگست کو دیر البلاح میں کیا گیا۔

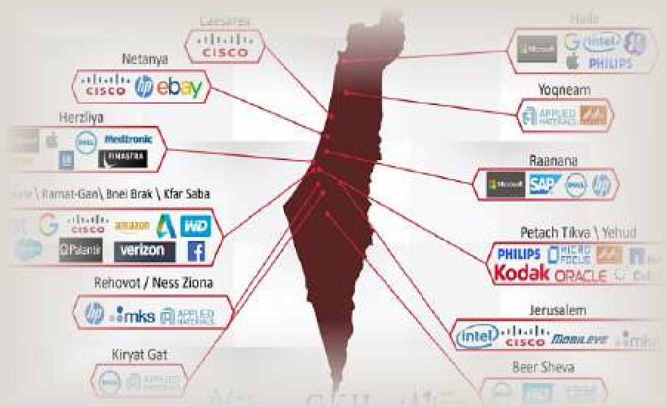

یہاں چند بڑی کمپنیوں کا ذکر محض سرسری طور پر کیا گیا۔ بتانا یہ ہے کہ غزہ کے لوگوں پر بالخصوص اور لبنان میں بالعموم ایسا اسلحہ استعمال ہوا اور ہو رہا ہے جس کے بنانے میں پورا یورپ امریکہ کے ساتھ شریک ہے۔ کفر ایک ملت واحدہ بن کر حملہ آور ہے۔ ہمارے مسلم حکمرانوں کے اہم ترین راہنما اس کے ساتھ شامل ہیں۔

خصوصی رپورٹ
ایہاب منصور

NETFLIX بھی نسلی تعصب زدہ
تمام فلسطینی فلمیں نیٹ ورک سے فارغ

ایک اور امریکی ادارہ اپنی جانب داری تسلیم کر گیا۔ آرٹ، فلم، ڈرامہ، دستاویزی پروگرام، غرضیکہ ہر سطح پر نسلی امتیاز، مسلم کلچر کے اظہار سے تعصب کا کھلا مظاہرہ یہاں بھی کر دیا گیا۔

اس کی تفصیل میں بعد میں جانیں گے۔ پہلے یہ جان لیجیے کہ یہ نیٹ فلکس کیا ہے۔ یہ ایک امریکی کمپنی ہے جو ریڈ ہیسٹنگز اور مارڈ رینڈ وولف نے 29 اگست 1997ء میں قائم کی۔ اس کا ہیڈ کوارٹر سکاٹس ویلی کیلی فورنیا میں ہے۔ امیزون کی پرائم ویڈیوز یہاں سے ہی ریلیز کی جاتی ہیں۔ جب آپ سمارٹ ٹی وی آن کرتے ہیں تو ڈزنی کی ویڈیوز آن ڈیمانڈ آپ کو دیکھنے کو فیس ادا کر کے ملتی ہیں۔ یہیں سے The Rise of Red (2024) اور The Marvels جیسی فلمیں بھی مل سکتی ہیں۔ اگر آپ گوگل بلاک پر جائیں تو وہاں بھی آپ بہت سی فلمیں، ڈرامے، ویڈیوز، دستاویزی فلمیں دیکھ سکتے ہیں۔ والٹ ڈزنی کمپنی کی پراڈکٹس بھی وہیں یا ڈزنی کے پورٹل پر مل جائیں گی۔ تاہم جس خطے میں پاکستان ہے، وہاں والٹ ڈزنی پراڈکٹس نہیں ملیں گی۔

اسی نیٹ ورک پر فلسطینی کہانیاں بھی فلموں، ڈراموں، دستاویزی پروگراموں کی صورت میں پیش کی جاتی رہی ہیں۔ ان کے ویب پورٹل اور سرکٹ فرحہ (Farha)، دو سو میٹرز ((200 Meters، ابراہیم (Ibrahiem) گزرے کل تک موجود رہی ہیں۔

25 اکتوبر کو نیٹ ورک نے خبر دی کہ فلسطینی فلمیں شدید تنقید کی وجہ سے ہٹا دی گئی ہیں۔ جب بات چلی تو بتایا گیا کہ بعض فلسطینی اداروں کا لائسنس اپنی مقررہ مدت پوری کر چکا تھا۔ اس لیے ان کی فلمیں ہٹا دی گئیں۔ ان کی پہلے تعداد 19 اور پھر ایک دم 32 بتائی گئی۔ پھر بتایا گیا کہ فلسطینی کہانیوں پر مبنی 32 فلمیں 2021ء میں تین سال کے لیے جاری کی گئیں۔ اب ان تمام کے لائسنس مدت پوری کر چکے ہیں۔

اصولی طریقہ یہ نہیں ہے۔ نیٹ فلکس دوسرے تمام اداروں کی طرح پابند ہے کہ مدت پوری ہونے سے قبل نوٹس دیا جاتا ہے کہ فلاں تقسیم کار، پروڈیوسر یا ادارے کی مدت ختم ہو رہی ہے، اس لیے ایک مقررہ تاریخ تک آپ فیس ادا کر کے مزید مدت کے لیے شامل ہو جائیں تا کہ آپ کی فلم یا پروگرام سرکٹ پر نمائش کے لیے دکھائی جاتی رہے۔ ایسا کچھ نہیں کیا گیا۔ اس کے بجائے پہلے ہی نمائش ختم کر دی گئی۔

اب فلسطینی اداروں نے ایک یادداشت تیار کی ہے جس پر دنیا بھر سے ان فلموں، پروگراموں اور دیگر دستاویزی فلموں کے دکھائے جانے کے حق میں دستخطی مہم شروع کی گئی ہے۔ آپ بھی اس یادداشت پر دستخط کر کے اس مہم کا حصہ بن سکتے ہیں۔ یادداشت یوں ہے:

’’Netflix نے 13 اور 14 اکتوبر کو فلسطینی فلموں اور کہانیوں کو اپنے پلیٹ فارم سے ہٹا دیا ہے۔ ہٹائی جانے والی فلموں اور کہانیوں کو اپنے پلیٹ فارم سے ہٹا دیا ہے۔ ہٹائی جانے والی فلموں اور کہانیوں کی تعداد انیس (19) ہے۔ یہ فلسطینی فلم میکرز کی جانب سے پیش کی جا رہی تھیں۔ ہم زیر دستخطی اس صورت حال پر بہت تشویش میں خود کو مبتلا دیکھتے ہیں۔ تین سال پہلے پلیٹ نے فلسطینی فلموں اور کہانیوں کو آن ائیر کرنا شروع کیا تھا۔ تب ان کی تعداد 32 تھی۔ ان سے فلسطینی خاندانوں، ان کے خوالوں، دوستیوں اور محبت کا اظہار ہو رہا تھا۔ امریکہ میں نیٹ فلکس صرف ایک فلم دکھا رہا ہے۔ اس طرح عملی طور پر دیگر فلمیں اور کہانیاں پلیٹ فارم نے ہٹا دی ہیں۔

ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ پلیٹ فارم اپنے فیصلوں کی حقیقت بیان کرے۔ ہر فلم کو پھر سے دکھایا جائے۔ پلیٹ فارم کے ان فیصلوں سے ان تقریباً تمام فلموں کے ہٹائے جانے سے فلسطینی آوازوں کو دبانے کا ایک اور کام کیا جا رہا ہے۔ یہ 20 لاکھ سے زیادہ انسانوں کو ایسے حالات میں بے آواز کرنے کا اقدام نا قابل فہم ہے جبکہ ان کا قتل عام جاری ہے۔ اسرائیل کے انسان کش اقدامات کا ساتھ دینے کا یہ فیصلہ سب دیکھنے والوں کو نا قابل قبول ہے۔

اس پلیٹ فارم سے فلمیں اور کہانیاں دیکھنے اور سننے والوں کو حقیقت حال سے بے بہرہ رکھا جا رہا ہے۔ اور اسرائیل کے مظالم، نسلی بنیادوں پر قتل و غارت اور فلسطینیوں کے بلا روک ٹوک قتل کو تحفظ دیا جا رہا ہے۔

اسرائیل نے سال سے یہ ظلم و بہیمیت کا سلسلہ دراز کیا ہے۔ وہ اب تک دو لاکھ انسانوں کو قتل و زخمی کر چکا ہے۔ برطانوی میڈیکل جرنل Lancor نے ان اعداد و شمار کی تصدیق کی ہے۔ اس خوف ناک سچائی کو مدنظر رکھتے ہوئے فلسطینی آوازیں سنائے جانے کا سلسلہ بحال کیا جائے وہ ان فلموں اور کہانیوں کو ختم نہ کرے۔

ہم زور دے کر کہتے ہیں کہ ان فلموں اور کہانیوں کو پھر سے دکھایا اور سنایا جائے۔‘‘

آپ کے مخلص

نوٹ: آپ بھی اس دستاویز کو الگ سے تیار کر کے دستخط کریں اور جتنی بڑی تعداد میں مزید کروا سکیں، کروائیں۔

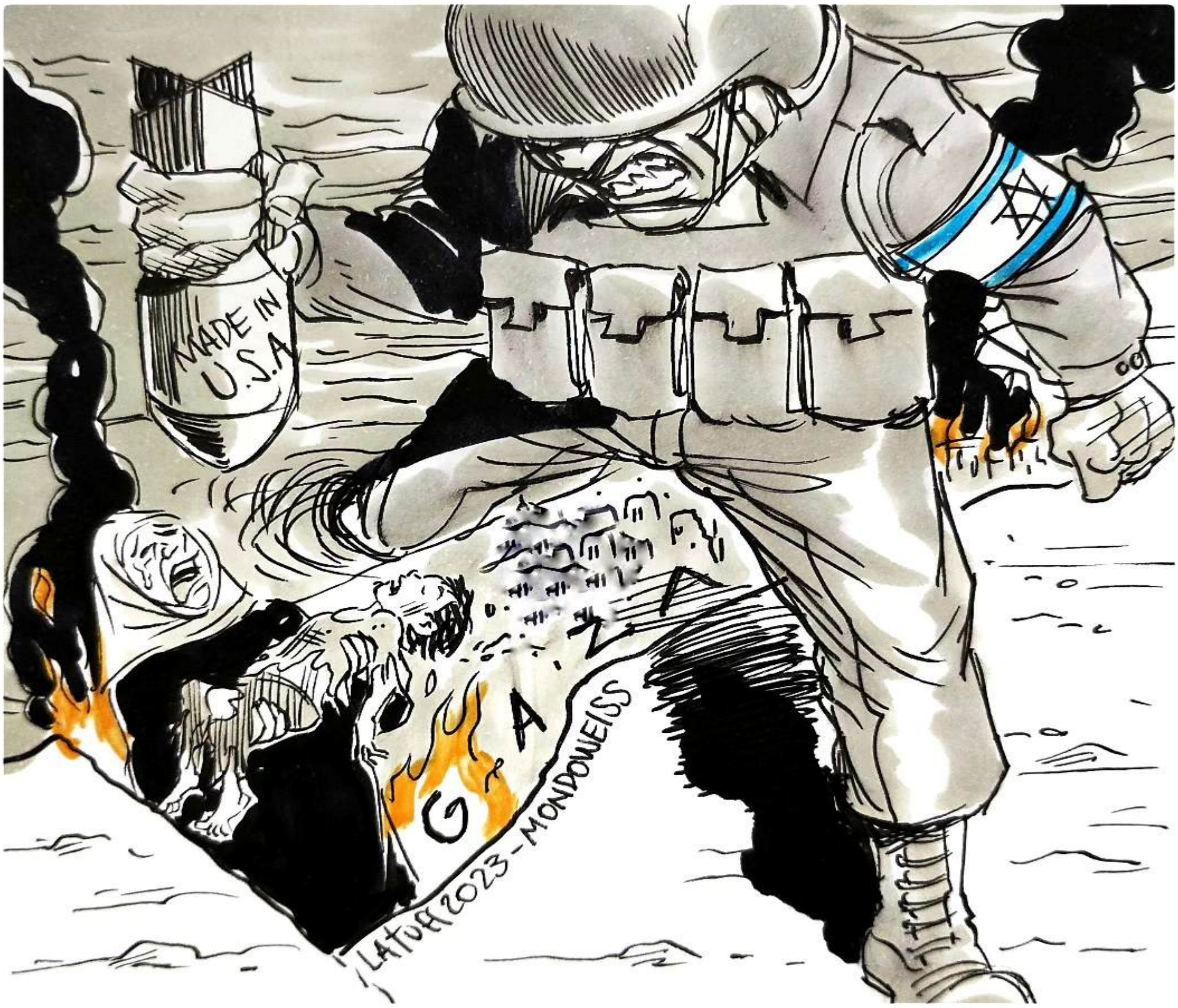
MADE IN U.S.A
GAZA
LATUFF2023-MONDOWEISS

زخم خورده
فلسطين
لبنان
@PalesAbroad

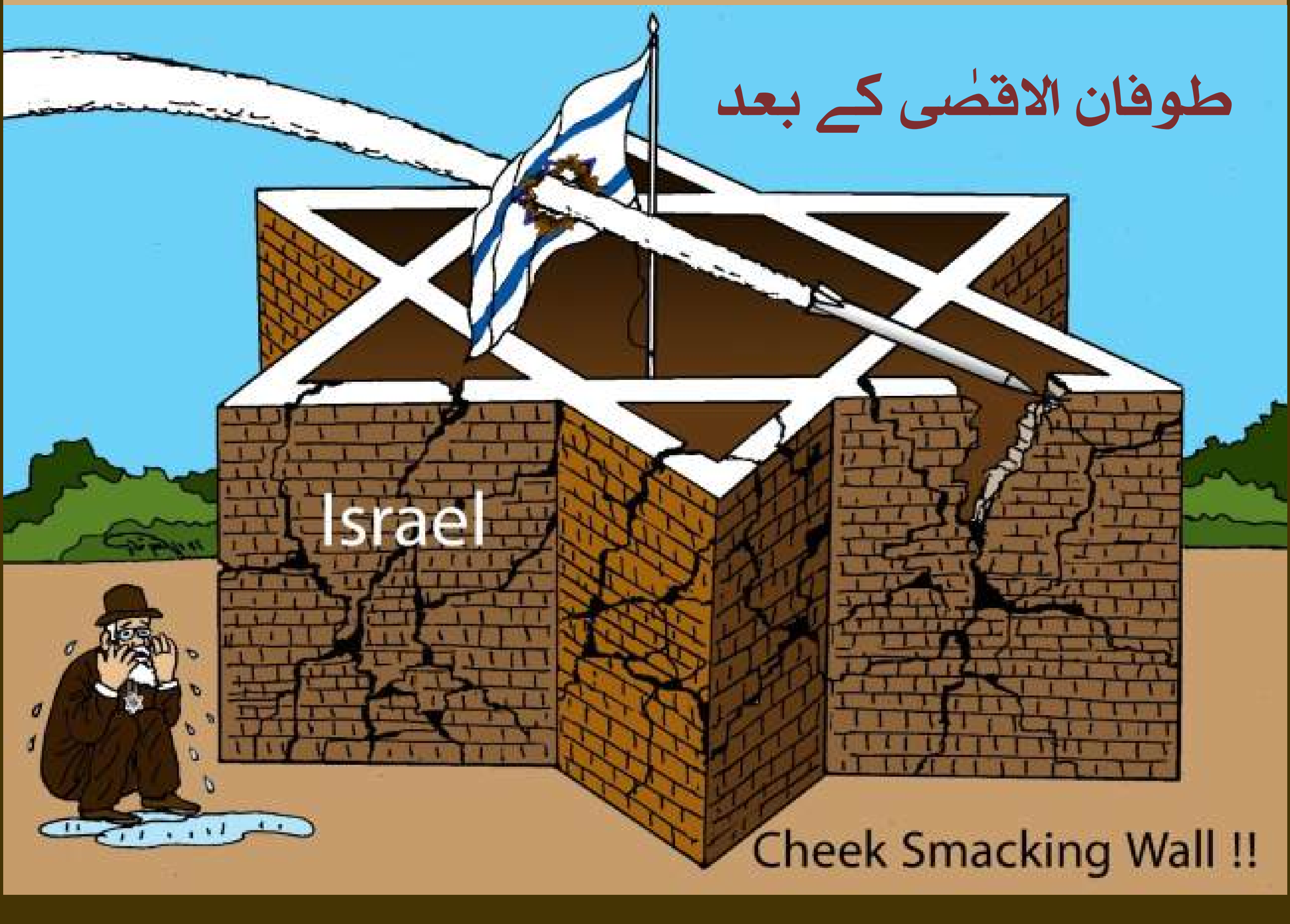
طوفان الاقصٰی کے بعد
Israel
Cheek Smacking Wall !!